ماہنامہ

حیاتِ نو

بلریا گنج

بسم اللہ الرحمان الرحیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہ نامہ

مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد : ۱۳ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ اکتوبر ۱۹۹۷ء شمارہ : ۱۰

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

معاون مدیر

انیس احمد فلاحی

بدل اشتراک

☆ سالانہ زر تعاون : ۵۰/ روپے	☆ طلبہ کے لیے : ۴۰/ روپے
☆ خصوصی زر تعاون : ۱۰۰/ روپے	☆ اعزازی زر تعاون : ۱۰۰۰/ روپے
☆ بیرون ملک سے : ۲۵/ امریکی ڈالر	☆ قیمت فی شمارہ : ۵/ روپے

○ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

توسیل زر کا پتہ

دفتر ماہ نامہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح بلریاگنج
اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱۔۔ فون نمبر ۲۵۱۱۵

کاتب:۔ محمد اشفاق عالم فلاحی "جامعۃ الفلاح"

نقوشِ حیاتِ نو

• اداریہ		
ایمان کا روگ	انیس احمد فلاحی	۴
• درسِ قرآن		
ربا اور اس کے نقصانات	حافظ احسان الحق فلاحی	۵
• ہدایت کے چراغ		
امام حسن بصریؒ	ابو جلیس ندوی	۱۰
• مقالات		
فارغین دینی مدارس کے لئے کچھ رہنما خطوط	ارشد مہدی	۱۹
مصرف چرم قربانی	شاہد بدر فلاحی	۳۲
• تحریکات عالم		
صہیونیت	افتخار الحسن مظہری	۳۵
• جامعہ کے لیل و نہار		
توسیعی لیکچر، مولانا تقی الدین صاحب ندوی کی جامعہ تشریف آوری، مکتبۃ الصدیق روبہ تکمیل، مولانا انصار احمد صاحب فلاحی کو صدمہ	ادارہ	۴۴
• روداد انجمن		
قطر یونٹ	محمد اکرم فلاحی	۴۷
نصیر پور یونٹ	شبانہ خورشید فلاحی	
• حلقہ یاراں	ابو عمیر منظر فلاحی	۴۸

اداریہ

ایمان کا روگ

انیس احمد فلاحی

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ: مال و جاہ کی حرص دین و ایمان کو اس بھیڑیئے کی طرح کھا جاتی ہے جو بھوک سے بے چین ہو اور بکریوں کے اس ریوڑ میں پہنچ جائے جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

حریص شخص اپنی زندگی کے قیمتی لمحات، مکارم اخلاق کے حصول اور علم و عمل کی بلندیوں پر فائز ہونے کے بجائے اس رزق کی تمنا و خواہش اور اس کے حصول کی سعی و جہد میں لگا دیتا ہے جو اس کے لئے مقدر و متعین ہے۔ مال و دولت کے بیش از بیش حصول کا لالچ خواہ کوئی انسان کتنا کرے، اپنے نوشتۂ تقدیر کے ماسوا ایک ذرہ خاک بھی نہیں پا سکتا۔ پھر آخر یہ کیسی الجھن ہے کہ ملنے والی شیئی کی فکر میں گرفتار و سرگرداں رہ کر وہ متاع آخرت کا سودا نہ کر سکے۔ کیا سیم و زر کے یہ ذخیرے بھی آخرت میں اس کے کام آئیں گے؟ یہ سب تو عارضی ہیں فانی ہیں ان کو دنیا ہی میں چھوڑ کر جانا ہے پھر آخر آخرت میں اس کو کیا ہاتھ آئے گا اور وہ کیا پائے گا۔

اذا کنت فی الدنیا عن الخیر عاجزا ۔ فما انت فی یوم القیامۃ صانع

حرص و آز کی یہ بیماری اس وقت اور خطرناک ہو جاتی ہے جب آدمی کی اٹھان ہی حریصانہ جذبات و ماحول میں ہوئی ہو۔ ایسا شخص جائز و ناجائز کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور حقداروں کے حقوق کا لحاظ کئے بغیر ہر طرح کے ذرائع و وسائل سے مال جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مال و دولت کی شدید خواہش اسے فسق و فجور، قطع رحم اور بخل پر آمادہ کر دیتی ہے جس کے بعد دین و ایمان کا صرف نام ہی اس کے پاس رہ جاتا ہے ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لا یجتمع الشح والایمان فی مومن! بخل و ایمان کسی مومن میں یکجا نہیں پائے جا سکتے۔

وسائل عیش وعشرت کی بے پناہ طلب کا جذبہ اگر کسی قوم کے عمومی مزاج میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ قوم دنیا کی امامت وقیادت کے منصب پر کبھی فائز نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا پرست قوم کسی بلند مقصد کے لئے جان ومال کی قربانی نہیں دے سکتی۔ عہد حاضر میں مسلمانوں کی ذلت ونکبت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آخرت کا حریص ہونے کے بجائے وہ دنیا کے حریص ہو گئے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے میں ملت کی زبوں حالی اور اس پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اقوام عالم تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے لوگ دسترخوانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہماری قلت تعداد کی بنا پر ایسا ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس کا سبب ملت کی اسباب دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہوگی۔

جو لوگ اسلام کے غلبہ واقتدار کے متمنی اور اس کی سیادت وقیادت کے آرزو مند ہیں تو انھیں حرص وآز کے اس بھیڑیئے کو پہلے سماج بدر کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

درس قرآن

ریا اور اس کے نقصانات

حافظ احسان الحق فلاحی

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (سورۃ النساء: ۳۸)

اور اللہ ایسے لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا جو اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے اور واللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور شیطان جس کا ساتھی ہو گیا وہ دیوالیہ ہو کر رہا کیونکہ شیطان نہایت بدترین ساتھی ہے۔

حیات نو کے اگست ۱۹۹۶ء کے شمارے میں حقوق العباد کے عنوان سے سورہ نساء کی آیت ۳۶ کا درس پیش کیا گیا تھا پھر ستمبر کے شمارے میں حقوق العباد کی ادائگی کی راہ میں عظیم ترین رکاوٹ بخل کے عنوان کے تحت سورہ نساء ہی کی آیت ۳۷ زیر درس تھی۔ موجودہ شمارے میں اسی سورہ کی آیت ۳۸ کا درس پیش کیا جا رہا ہے جس میں حقوق العباد کی ادائگی کی راہ میں ایک دوسری رکاوٹ ریا اور نمائش کی مضرتوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

بخل کی بدولت ایک شخص بندگان خدا پر مال خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے لیکن ریاکاری انہیں جگہوں میں مال خرچ کرنے پر اکساتی ہے جہاں شہرت کے مواقع زیادہ سے زیادہ میسر ہوں گے لیکن جہاں شہرت ملنے کی کوئی امید نہیں ہوگی وہ دین وایمان کے تقاضے کے طور پر انفاق کتنا ہی ناگزیر کیوں نہ ہو شہرت کی طلب اسے ایک پیسہ خرچ کرنے کی بھی اجازت نہیں دے گی۔

آیت میں "يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ" مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں کے بعد "وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ" فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اس سے معلوم

ہوا کہ ریاکاری کا یہ جذبہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے فقدان یا کمی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔۔ یہی بات سورہ نور کی درج ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن بالله والیوم الآخر الخ (آیت: ۲۶۴)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم اپنے صدقات کو احسانات جتا کر اور دل دکھا کر برباد نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

ریاء درحقیقت اخلاص کی ضد ہے جس کے معنی ہیں کسی کام کو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انجام دینا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ریاء، شرک کے دائرے میں آجاتا ہے اسی لئے بعض روایات میں ریا کو شرک قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: "ان یسیر الریاء شرک" یعنی معمولی سا ریاء بھی شرک ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: "من صلی یرائی فقد أشرك ومن صام یرائی فقد أشرك ومن تصدق یرائی فقد أشرك" (رواہ احمد)

جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کیلئے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔

مسند احمد ہی کی ایک اور حدیث ہے۔ ان أخوف ما أخاف علیکم الشرك الأصغر قالوا: یا رسول اللہ۔ وما الشرك الأصغر قال الریاء۔

تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے پوچھا گیا شرک اصغر کیا ہے آپ نے فرمایا ریاء۔

مذکورہ بالا روایات سے اسی حقیقت پر روشنی پڑ رہی ہے کہ نمود و نمائش

اور شہرت کے لئے کوئی کام کرنا ایک طرح کا شرک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہ شرک اصغر ہے اور اس کی سنگینی اس درجہ نہیں ہے جس درجہ کی سنگینی شرک اکبر یعنی بت پرستی کی ہے، ورنہ تو اس شرک کا مرتکب خلود فی النار کا مستحق ہوگا البتہ قرآن اور حدیث میں اس کی جو سزائیں بیان ہوئی ہیں وہ انتہائی لرزہ خیز ہیں بطور مثال سورۃ بقرہ کی آیت اور چند حدیثوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ پسند کرے گا جس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس کے لئے اس باغ میں ہر طرح کے پھل ہوں اور وہ شخص بوڑھا ہو چکا ہو اور اس کے کمزور و ناتواں بچے ہوں پس اس باغ پر آگ کا ایک بگولا آئے اور وہ جھلس کر رہ جائے اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر سے کام لو۔

اس آیت میں تمثیلی پیرائے میں ان لوگوں کا انجام بیان ہوا ہے جو صدقہ و خیرات کر کے احسان جتاتے ہیں اور لوگوں کا دل دکھاتے ہیں یا نمود و نمائش کے جذبے کے تحت صدقہ و خیرات کرتے ہیں یہ آیت نہایت مؤثر اور دل نشیں انداز میں قیامت کے روز ایسے لوگوں کے دیوالیہ پن کی تصویر کشی کرتی ہے۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے سارے لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا جس نے اپنے کسی عمل میں جو اس نے اللہ کے لئے کیا تھا کسی اور کو بھی شریک کر لیا تو اسے چاہیے کہ اس کا اجر و ثواب اسی سے طلب کرے کیونکہ اللہ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے روز عالم، شہید اور سخی کا معاملہ پیش ہوگا اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے علم دیا تھا تو تو نے کیا کیا وہ کہے گا کہ میں نے علم کو لوگوں میں پھیلایا

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں تو دنیا تجھے عالم کہہ چکی۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا وہ اسے اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے پھر شہید سے سوال ہوگا کہ میں نے تجھے صحت وتندرستی سے نوازا تھا تو تو نے اس کا استعمال کس طرح کیا وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کر دی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا تو نے یہ سب اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں تو تجھے بہادر کہا جا چکا پھر فرشتوں کو حکم ہوگا وہ اسے بھی اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے اور دوزخ میں گرا دیں گے پھر سخی سے، اس کے مال کے بارے میں سوال ہوگا وہ جواب دے گا کہ میں نے نیکی اور خیر کے تمام راستوں میں اسے خرچ کیا کہا جائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے تو تجھے سخی کہا جا چکا پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اور وہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کریں گے (ترمذی شریف)

ترمذی شریف کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جُبّ حزن" سے پناہ مانگو۔ دریافت کیا گیا "جب حزن" کیا ہے تو آپ نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود دوزخ بھی روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے پوچھا گیا اس میں کون لوگ جائیں گے تو آپؐ نے فرمایا میری امت کے ریاکار علماء۔

بعض احادیث سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کر دیتا ہے چنانچہ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جس نے شہرت کی خواہش کی اللہ اسے ظاہر کر دے گا اور جو کوئی دکھاوے کی غرض سے کام کرے گا تو اللہ اسے خوب دکھائے گا (بخاری و مسلم)

بسا اوقات ایک شخص ریا اور نمائش کے جذبے سے پاک ہو کر کوئی کام کرتا ہے اور اسکے بدولت اسکی بڑی شہرت ہو جاتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اسی طرح کا سوال کیا گیا تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

یعنی یہ تو مومن کی فوری بشارت ہے۔ (مسلم)

کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے لیکن کسی کو دیکھ کر اور بہتر ڈھنگ سے نماز پڑھنے لگتا ہے یا قرآن کی تلاوت کے دوران اگر کوئی آجاتا ہے تو اور اچھے ڈھنگ سے تلاوت کرنے لگتا ہے یہ بھی ریاء ہی کی قبیل سے ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ...... کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک ہے ہم نے کہا ضرور تو آپ نے فرمایا: شرک خفی یعنی یہ بات کہ ایک شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا لیکن یہ جان کر لمبی نماز پڑھنا شروع کر دے کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔

اب تک کی تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ریا اور نمود و نمائش کا جذبہ انتہائی مہلک اور خطرناک بیماری ہے جو ایک شخص کو اس کی تمام نیکیوں کے باوجود قیامت کے روز دیوالیہ بنا کر رکھ دے گی اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

یہ آیت اس حقیقت کی یاد دہانی پر ختم ہوتی ہے کہ: (شیطان جس کا ساتھی ہو گیا اسے لے ڈوبا کیونکہ وہ نہایت بدترین ساتھی ہے) یہاں شیطان سے مراد شیاطین جن بھی ہو سکتے ہیں اور وہ بے راہ رو انسان بھی ہو سکتے ہیں جو شیطانوں کی طرح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ آیت کے اس آخری ٹکڑے سے لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہو رہا ہے کہ اس طرح کی مہلک اور خطرناک بیماریاں درحقیقت غلط صحبت و سنگت کا نتیجہ ہوتی ہیں اگر مومنین صادقین کی صحبت اختیار کی جائے تو اخلاص و للہیت اور دوسری ایمانی خوبیاں نشو و نما پائیں گی۔

حضرت حسن بصریؒ

ابوجلیس ندوی

ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی کنیز "خیرہ" سے بڑی محبت تھی، ان کو جب معلوم ہوا کہ خیرہ کے بچہ پیدا ہوا ہے، تو بہت خوش ہوئیں فوراً قاصد بھیجا کہ زچہ بچہ دونوں کو لے کر ان کے پاس آئے، تاکہ زچگی کے چارہ ہے کے مراسم ان ہی کے گھر میں انجام پائیں، پھر نومولود کو جلد از جلد دیکھنے کی تڑپ بھی ان کو بیقرار کر رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ خیرہ آ پہونچیں، ان کے دونوں ہاتھوں میں چاند کا اک ٹکڑا تھا، ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی پہلی نظر اس پر پڑی تو انھیں ایسا لگا کہ جیسے وہ ان کا اپنا ہی بچہ ہو، اس کو دیکھ کر انھیں بڑی راحت محسوس ہوئی کہ بچہ بڑا خوش منظر خوش مظہر بڑا خوبرو اور روشن جمال تھا جو بھی اسے دیکھتا اس کا گرویدہ و شیدا ہو جاتا۔

انھوں نے خیرہ سے پوچھا کہ بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟

"میں نے تو یہ کام آپ کے لئے چھوڑ رکھا ہے" خیرہ نے کہا، آپ ہی اپنی پسند کا کوئی نام اس کے لئے تجویز فرما دیں۔

ام سلمیٰؓ نے فرمایا، اللہ کی رحمت کے سہارے ہم اس کا نام "حسن" رکھتے ہیں، یہ نام رکھ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، خیر و برکت اور نیکی و نیک بختی کی اس کے حق میں دعائیں کیں۔

بچہ کی پیدائش کی خوشی صرف ام سلمیٰؓ کے گھر تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ مدینہ کا ایک اور گھر بھی اس خوشی میں ان کا شریک تھا کاتب وحی بزرگ صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر بھی بچہ کی پیدائش کی شادمانیاں رقصاں تھیں کیونکہ بچہ کے والد حضرت یسارؓ زید بن ثابتؓ کے غلام تھے وہ بھی اپنے غلام کو حد درجہ محبوب رکھتے تھے۔

حسن بن یسار کی پرورش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھر میں ہوئی اور ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی آغوش ہی میں آپ نے نشو و نما کے مراحل طے کئے اور ام سلمیٰؓ وہ ہیں جو دانائی اور فہم و فراست میں تمام عرب خواتین میں ممتاز سمجھی جاتی تھیں فضل و شرف، دور اندیشی، اصابت رائے، حزم و احتیاط آپ کی شخصیت کا نمایاں جوہر ہے تمام ازواج مطہرات آپ کی علمی شان و سطوت کی معترف تھیں کہ تین سو ستاسی احادیث آپ سے مروی ہیں، ان تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ ساتھ یہ نادر خصوصیت بھی ان کی تھی کہ دور جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتی تھیں جب کہ لکھنے پڑھنے والے خال خال ہی پائے جاتے تھے۔

ام المومنین سے نومولود کا اتنا ہی رشتہ نہ تھا کہ وہ ان کی کنیز کا بچہ ہے بلکہ وہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ ام المومنین جب خیرہ کو خانگی ضروریات کے لئے باہر بھیجتیں تو کبھی کبھی زیادہ تاخیر ہو جاتی، بسا اوقات بچہ بھوک سے رونے لگتا ام سلمیٰؓ اس کو بہلانے کے لئے گود میں اٹھا لیتیں لیکن بچہ سے انتہا درجہ کی محبت کا نتیجہ تھا کہ جوں ہی وہ اس کو سینہ سے لگاتیں، سینہ میں دودھ امڈ آتا پھر وہ بچہ کو پیٹ بھر بھر دودھ پلاتیں اور بچہ چپ ہو جاتا۔ اس طرح حسن بصری کا ان سے دوہرا رشتہ ہو گیا، ایک تو سارے مسلمانوں کی ماں ہونے کی حیثیت سے بھی وہ ان کی ماں تھیں دوسرے رضاعت کے اعتبار سے بھی۔

امہات المومنین کے باہمی روابط اخلاص و محبت کی بنا پر بچہ کو یہ موقع بھی ملا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے تمام گھروں میں آتے جاتے اور ان کے اخلاق و عادات کا عکس جمیل اپنی زندگی میں اتارتے رہے۔

خانوادہ نبوت کے پاکیزہ اور بے داغ ماحول میں حسن بصری نشو و نما کے مراحل طے کرتے رہے اور سیرت و کردار کی انتہائی چاندنی سے اپنی شخصیت کی تعمیر کرتے رہے، ساتھ ہی ساتھ مختلف صحابہ کرام سے اپنی علمی پیاس بھی بجھاتے رہے چنانچہ

حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ ابوموسیٰ اشعریؓ ابن عمرؓ ابن عباسؓ انس بن مالکؓ اور جابر بن عبداللہؓ وغیرہ سے روایات نقل کیں البتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کو شغف خاص تھا اس لئے تقویٰ اور عبادت گذاری میں ان ہی کی شان امتیاز ان کی شخصیت میں جلوہ نما ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زور خطابت و فصاحت بیان ان کی گفتار کا بھی طرہ بن گیا۔

حسنؒ جب چودہ برس کے ہوئے تو اپنے والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہیں سے وہ حسن بصری مشہور ہوئے۔ بصرہ ان دنوں اسلامی قلمرو میں علم و حکمت کا مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کی مسجدیں عظیم المرتبت صحابہ اور جلیل القدر تابعین کی موجودگی سے مرکز نور بنی ہوئی تھیں۔ حسن بصری نے ابن عباسؓ کی علمی مجلس کا انتخاب کیا اور ان ہی سے تفسیر، حدیث اور قرأت کا علم حاصل کیا، کچھ اور دوسرے صحابہ سے فقہ و لغت اور ادب کی تعلیم کی تکمیل کی، پھر ایک دن وہ آیا کہ خود ایک باکمال عالم دین اور مستند فقیہہ مانے جانے لگے۔

اب اطراف و اکناف سے لوگ کشاں کشاں ان کی مجلس علم و وعظ میں آنے لگے ان کی تقریر اتنی اثر آفرین ہوتی کہ سننے والے بسا اوقات دھاڑیں مار مار کر رونے اور اپنے دل کی ویران بستی کو یاد الہیٰ کے اجالوں سے آباد کر کے واپس لوٹتے۔ خالد بن صفوان نے بیان کیا کہ حیرہ میں مسلمہ بن عبد الملک سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ:۔

حسن بصریؒ کے بارے میں آپ سے زیادہ شاید ہی کسی کو کچھ معلوم ہو اس لئے کچھ ان کے حالات و واقعات بتایئے۔

میں نے کہا:۔ آپ نے سچ بات کہی میں ان کا ہمسایہ ہوں اور ہم نشین بھی اس لئے اہل بصرہ میں ان کو سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا:۔ پھر ان کی کچھ باتیں بتایئے۔

میں نے کہا:۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کا باطن بھی ظاہر ہی کی طرح بے داغ و بے غبار ہے جن کا ہر فعل ان کے قول کی تائید کرتا ہے۔ کسی معروف کا حکم دیتے ہیں

تو سب سے زیادہ اس پر خود عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ کسی منکر سے باز رہنے کی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں سب سے زیادہ خود اس سے دور رہتے ہیں میں نے دیکھا کہ دولت مندوں کی دولت سے وہ بے نیاز اور دولت و ثروت سے حد درجہ بے رغبت ہیں لوگ ان کے بہر حال محتاج ہیں جب کہ وہ کسی کے ضرورتمند نہیں۔

مسلمہ نے کہا بس کرو بھائی، ان کو جاننے سمجھنے کے لئے اتنی باتیں ہی کافی ہیں وہ قوم کبھی بے راہ نہیں ہو سکتی جس کے پاس حسن بصری جیسا درویش صفت عالم موجود ہو۔

حجاج بن یوسف عراق کا گورنر بنا اور ظلم و جور کی گرم بازاری شباب پر آنے لگی تو حسن بصری نے روز روز اس کی کھل کر مذمت کی حجاج نے مقام واسط میں اپنا ایک پر شکوہ محل تعمیر کیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ وہاں جائیں اور خیر و برکت کی دعا کریں۔ حسن بصریؒ نے سوچا وہاں بھیڑ زیادہ ہو گی وعظ کا اچھا موقعہ ہے۔ چنانچہ وہ بھی گئے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ محل کے ارد گرد گھوم گھوم کر اس کے تعمیری حسن و جمال اور شان و شکوہ کا نظارہ کر رہے ہیں، وہاں کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے تقریر میں آپ نے یہ بھی کہا کمینوں کا کمینہ یہ محل بنوا کر دھوکہ میں ہے، فرعون نے اس سے زیادہ پختہ اور پر شکوہ محل تعمیر کیا لیکن اللہ نے فرعون کو بھی ہلاک کیا اور اس کا محل بھی نیست و نابود کر دیا، کاش حجاج کو معلوم ہوتا کہ آسمان والے اس سے ناراض ہیں اور زمین والوں نے اسے مبتلائے فریب کر رکھا ہے۔

وہ اسی انداز میں تقریر کرتے رہے کہ حاضرین میں ایک صاحب کو ڈر لگا کہ کہیں حسن بصری حجاج کے انتقام کا نشانہ نہ بن جائیں اس لئے انھوں نے بلند آواز سے کہا ابو سعید تقریر ختم کیجئے، بات پوری ہو گئی۔

حسن بصری نے یہ سن کر کہا۔

اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ حق کو صاف صاف کھول کھول کر بیان کر دیں۔

دوسرے دن حجاج دربار میں آیا تو غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا، اس نے درباریوں سے کہا برائی تمہارا مقدر ہو بصرہ کا ایک غلام ہماری توہین کرے اور تم اسے ٹھنڈے پیٹ برداشت کرو۔ قسم خدا کی میں تم لوگوں کو اس کا خون پلا کے رہوں گا اس نے حکم دیا کہ تلوار اور چٹائی لائی جائے۔ تلوار اور چٹائی حاضر کی گئی اس نے فوراً جلاد کو بلایا، وہ آکے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر پولیس کو حکم دیا کہ حسن بصری کو حاضر کریں۔

تھوڑی دیر میں حسن بصری آگئے۔

نگاہیں اچک اچک کر ان کو دیکھنے لگیں، حسن بصری کی موت کا غم سب کو نڈھال کر رہا تھا۔ حسن بصری نے اپنی موت کے سامان دیکھے تو کچھ زیر لب پڑھنے لگے پھر حجاج کی جانب متوجہ ہوئے، حجاج نے ان کو دیکھا تو دیکھا کہ ان کے چہرہ پر ایمان کا جلال، اسلام کی شوکت و عظمت اور دعوت الی اللہ کے وقار کی ادائیں کھل رہی ہیں وہ ہیبت زدہ ہو کے رہ گیا، کہنے لگا ابو سعید آئیے، آئیے، یہاں نہیں یہاں آئیے آخر ان کو اپنی گدی پر اپنے پہلو میں بٹھایا، پھر مختلف مسائل دریافت کرنے لگا اور وہ اس کا جواب دینے لگے، جواب سن کر وہ ان کے علمی تبحر کا عقیدت مند ہو گیا، پھر کہا اے ابو سعید آپ واقعی سید العلماء ہیں۔ پھر حجاج نے عطردان منگوایا، ان کی داڑھی کو اپنے ہاتھوں سے عطر میں بسا کر انھیں رخصت کیا۔

حسن بصریؒ جب باہر آئے تو دربان بھی پیچھے پیچھے آیا کہنے لگا۔ ابو سعید اس نے تو آپ کو قتل کے لئے بلایا تھا، لیکن اپنی موت کا سامان دیکھ کر آپ نے کوئی دعا پڑھی تھی، اس کی برکت سے اس کا دل پلٹ گیا، بتائیے وہ دعا کون سی ہے جو آپ نے پڑھی تھی۔

حسن بصریؒ نے دعا پڑھ کر سنائی۔

یا ولی نعمتی و ملاذی عند کربتی اجعل نقمتہ بردا و سلاما علی کما جعلت النار بردا و سلاما علی ابراھیم ۔

اے میرے ولی نعمت اور اے پناہِ مصیبت زدگان اس کے غم و غصہ کی آگ کو میرے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کی راحت بنا دے جیسا کہ اس سے پہلے ابراہیم کے لئے تو آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی کی راحت بنا چکا ہے۔

امیروں اور والیوں کے ساتھ حسن بصریؒ کے متعدد ایسے واقعات پیش آئے لیکن کوئی واقعہ ایسا نہیں گذرا جس نے اقتدار کی آنکھوں میں ان کے موقف کی عظمت کو دوبالا نہ کر دیا ہو، وہ اس سے محفوظ و مامون ہو کر نہ نکلے ہوں اور اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ بلند نہ ہوا ہو۔

اسی قسم کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب خلیفہ زاہد عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک سریر آرائے تخت خلافت ہوئے اور انھوں نے عمر بن ھبیرہ فزاری کو عراق کا گورنر بنا دیا، پھر ان کے اقتدار کو مزید ترقی دے کر خراسان کو بھی ان ہی کی گورنری میں دیدیا۔

یزید کا اسوہ اسوۂ سلف کے برعکس تھا، اس نے عمر بن ہبیرہ کو پے بہ پے خطوط لکھے اور اپنے احکامات کے جلد از جلد نفاذ کی تاکید بھی کی، ان خطوط میں بعض احکامات کبھی کبھی ایسے بھی ہوتے جو عدل و انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہوتے۔ عمر بن ہبیرہ نے امام شعبیؒ اور حسن بصریؒ کو اپنے پاس بلایا اور کہا

دیکھئے، امیر المومنین یزید بن عبد الملک کو اللہ نے خلیفۃ المسلمین کے اعزاز سے نوازا اور ان کی اطاعت امیر لوگوں پر واجب قرار دی، آپ لوگ یہ بات بھی خوب جانتے ہیں کہ امیر المومنین نے مجھے عراق و ایران کا گورنر مقرر کیا ہے۔ ان کے بعض احکام کبھی کبھی ایسے بھی آتے ہیں، جن کا نفاذ عدل و انصاف کے تقاضوں سے ہم ساز نہیں ہوتا۔ کیا آپ لوگوں کے نزدیک دین و شریعت میں ان اوامر کی پیروی اور ان کے نفاذ کی کوئی گنجائش ہے؟۔

امام شعبیؒ نے تو ایسا طرحدار جواب دیا جس میں خلیفہ اور گورنر دونوں کی

رعایت و دلداری ملحوظ رکھی گئی تھی حسن بصریؒ کچھ بولے بغیر خاموش بیٹھے رہے عمر بن ہبیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

ابوسعید آپ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

حسن بصریؒ گویا ہوئے۔

اے ہبیرہ کے فرزند، یزید کے مقابلے میں اللہ سے ڈر اور اللہ کے مقابلے میں یزید سے ہرگز نہ ڈر۔ اے ہبیرہ کے دلبند! یہ بات یاد رکھ کہ اللہ تجھکو یزید کی شرانگیزیوں سے بچا سکتا ہے لیکن یزید اللہ کی گرفت سے تجھے ہرگز نہیں بچا سکتا۔ تم یہ بات نہ بھولو کہ ایک طاقتور فرشتہ آئیگا اور تمہیں محل کی کشادہ فضا سے نکال قبر کی تنگ کوٹھری میں پہنچا دیگا، وہاں یزید تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔ تمہارے ساتھ صرف تمہارا وہ عمل ہوگا جو یزید کے پروردگار کی مخالفت میں تم نے انجام دیا ہوگا اے ہبیرہ کے جگر بند! سنو اگر تم اللہ کے اطاعت گذار بن کے رہو تو یہ چیز دنیا و آخرت دونوں جگہ تم کو یزید کی ہلاکت آفرینیوں سے بچا لیگی۔

اور اگر یزید کے فرماں بردار بن کر اللہ کی نافرمانی پہ اتر آئے تو اللہ تم کو یزید پر ہی چھوڑ دے گا۔

یہ بات بھی ہمیشہ یاد رکھو کہ کسی مخلوق کی اطاعت سے اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو تو ایسی اطاعت کا جوا گردن سے اتار پھینکنا واجب ہے۔

حسن بصریؒ کا دلسوز لہجہ ایسا اثر انداز ہوا کہ عمر بن ہبیرہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں پھر تو وہ اتنا روئے کہ رخسار بھیگ گئے۔ پھر شعبیؒ کے بجائے ان کا جھکاؤ حسن بصری کی طرف زیادہ ہوگیا، اور ان کی تعظیم و تکریم بھی کچھ زیادہ کی۔

وہاں سے نکل کر دونوں مسجد پہنچے، لوگ مشتاق تھے کہ عراق و ایران کے گورنر سے ان کی گفتگو کی تفصیلات معلوم کریں، لوگوں کے پوچھنے پر امام شعبیؒ نے کہا۔ ہر موقع پر ہر معاملہ میں دنیا والوں کے بجائے اللہ کی رضا کو سامنے رکھنا چاہئے

بخدا حسن بصریؒ نے جو بات کہی، میں اس سے ناواقف نہیں تھا لیکن میں نے ابن ہبیرہ سے جو بات کہی وہ منہ دیکھی بات تھی اور حسن بصریؒ نے جو بات کہی وہ اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر کہی، اس لئے اللہ نے مجھ کو ابن ہبیرہ سے دور کر دیا اور حسن بصریؒ کو اس سے قریب کر دیا۔

حسن بصریؒ تقریباً اسّی برس تک بقید حیات رہے اس دوران انھوں نے علم و حکمت اور فقہی علوم و مسائل سے دنیا والوں کا دامن مالا مال کر دیا۔

ان کی عظیم ترین میراث وہ رقائق ہیں جو ان کے مواعظ و وصایا پر مشتمل ہیں، یہ رقائق کیا ہیں؟ مردہ دلوں کے لئے پیغام حیات ان کو پڑھ کر غفلت کے پردے چاک اور دل بیدار ہوتے ہیں، ان کو پڑھ کر دل میں ایسا گداز پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنی سرمستیاں بھول کر عبادت الٰہی کے ذوق و شوق میں ڈوب جاتا ہے، بدفعلیوں کی دلدل سے نکل کر نیکوکاری کی شاہراہ سے جا لگتا ہے۔

یہ رقائق سرگشتگان بادیۂ محبت کو جمال آشنائے تجلی ذات کرتے ہیں فریب خوردگان دولت دنیا کو دنیا کی حقیقت کا عرفان عطا کرتے ہیں، دنیا داری و دنیا پرستی کو آخرت کا ذوق طلب بخشتے ہیں۔

رقائق کے عبرت آموز ہونے کا کچھ اندازہ حسن بصریؒ کی اس بات سے ہوگا جو دنیا کے بارے میں ایک شخص کے سوال کے جواب میں کہی تھی، اس نے ان سے کہا تھا کہ کچھ دنیا اور دنیا کے حالات پر تبصرہ فرمائیں۔

حسن بصریؒ نے فرمایا دیکھو دنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہے جیسے مشرق و مغرب ان میں کسی ایک سے تم جتنا قریب ہوتے جاؤ گے، دوسرے سے اتنا ہی دور ہوتے جاؤ گے تم دنیا کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، میں کیا بتاؤں کہ دنیا کیا ہے؟ بس اتنا ہی سمجھو کہ اس کا آغاز کلفت و مشقت ہے اور اس کی انتہا ہستی ہے اس کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہوگا اور حرام چیزوں کی سزا بھگتنی ہوگی جو یہاں مالدار ہوگیا، فتنوں سے دوچار ہوا، جو محتاج ہوگیا وہ غم و اندوہ کی تصویر بن گیا۔

کسی نے لوگوں کے بارے میں کچھ پوچھا تو ارشاد ہوا ہائے ہائے، لوگوں نے اپنے ساتھ یہ کیا کیا؟ دین تو لاغر و نحیف ہوتا رہا اور دنیا کو فربہ اندام بنایا جاتا رہا لباس و فرش تو نو بہ نو بنائے جاتے رہے لیکن اخلاق بوسیدہ ہوتے رہے۔

۱۱۰ھ رجب کی پہلی تاریخ شب جمعہ میں حسن بصریؒ نے دنیا کو الوداع کیا جب ان کی وفات کا اعلان ہوا تو تمام شہر بصرہ غم میں ڈوب گیا جمعہ کی نماز کے بعد بصرہ کی جامع مسجد میں ان کو غسل و کفن دیا گیا، جہاں انھوں نے پوری زندگی دعوت الی اللہ میں گذاری اور تعلیم و تدریس اور وعظ و تلقین کے فرائض انجام دیئے۔

بصرہ کا کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو ان کے جنازے میں شریک نہ ہوا ہو سارا شہر بصرہ اس دن خالی ہو گیا تھا، یہاں تک کہ اس دن جامع مسجد بصرہ میں عصر کی اذان و نماز بھی قائم نہ ہو سکی کیونکہ شہر میں کوئی ایک آدمی بھی نہیں رہ گیا تھا حالانکہ جب سے بصرہ کی وہ جامع مسجد تعمیر ہوئی تھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہاں نماز کی اقامت نہ ہوئی ہو۔ سوائے اس دن کے جس دن حسن بصریؒ اللہ کی آغوش رحمت میں منتقل ہوئے۔

بقیہ: صیہونیت

قدم اٹھاتی ہے۔

یورپ و امریکا میں صیہونیت کی سیکڑوں انجمنیں قائم ہیں جو بظاہر مختلف جولانگاہوں میں کام کرتی ہیں، لیکن حقیقت میں وہ سب کی سب یہودی کاز کے لئے ہی کوشاں رہتی ہیں۔ صیہونیت کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔

کچھ لوگ اس کو حد سے زیادہ طاقت کا مالک سمجھتے ہیں۔ جبکہ کچھ دوسرے لوگ اسے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھتے۔ یہ دونوں رائیں افراط و تفریط پر مبنی ہیں، واقفات جانتے ہیں کہ یہودی اس وقت دنیا میں استثنائی بلند معیار زندگی کے مالک ہیں۔

فارغین دینی مدارس کے لئے کچھ رہنما خطوط

ارشد مہدی

پورے ہندوستان بالخصوص شمالی ہند میں مسلمانوں کے دینی مکاتب و مدارس کا ایک ایسا جال پھیلا ہوا ہے جو اپنی ایک علیحدہ تاریخ رکھتا ہے۔ انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہو جانے کے بعد یہاں کے غیور مسلمانوں نے اپنے دین اور تہذیب و ثقافت کی حفاظت کے لئے مدارس کا قیام عمل میں لا کر جو تاریخ رقم کی وہ جدوجہد آزادی کا نمایاں باب ہے۔ انگریزی ہندوستان میں اسلامی مدارس نے صرف مسجدوں کے امام ہی نہیں پیدا کئے بلکہ جہاد آزادی کی شمع اگر کہیں مستقل روشن رہی ہے تو وہ یہی دینی مدارس ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی قرارداد مقاصد ہو یا ہندوستان میں باقی بچے مسلمانوں کے تشخص کا مسئلہ وابستگان مدارس کے کردار سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

البتہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ کر جانے کے بعد بدلتے ہوئے حالات میں جس طرح کی اصلاح ان مدارس میں ضروری تھی وہ نہ ہو سکی اس کا سبب یہ تھا کہ تقسیم ملک کے بعد جہاں ایک طرف خونیں فسادات کا سلسلہ شروع ہوا وہیں دوسری طرف تقسیم کا الزام صرف مسلمانوں پر لگا کر ان میں ایک طرح کا احساس جرم پیدا کر دیا گیا لیکن حالات میں جوں جوں تبدیلی آئی ارباب مدارس نے نظام تعلیم کی اصلاح پر غور کرنا ضروری نہیں سمجھا اور وہی نصاب جو قدیم سے چلا آرہا تھا آج تک بیشتر مدارس میں رائج ہے۔ تحریک ندوۃ العلماء کے ذریعہ گرچہ بہت پہلے علامہ شبلی مرحوم کی رہنمائی میں قدیم و جدید کے بیچ کی ایک راہ نکالنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اس کا دائرہ بہت محدود رہا، نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان دو واضح طبقات میں تقسیم ہوگئے ایک جدید تعلیم یافتہ طبقہ تھا جس نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ملک

کی دوسری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن دین اور اس کے اصول و مبادی سے نابلد تھا۔ دوسرا وہ طبقہ تھا جو دینی مدارس سے فارغ ہو کر آرہا تھا یہ دین کو اس کے بنیادی مآخذ سے تو ضرور حاصل کر رہا تھا لیکن اس کی تطبیق موجودہ حالات سے کیسے اور کیونکر ہو سکتی تھی جدید علوم اور ترقیات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اس سے قاصر تھا قدیم و جدید کی اس واضح تقسیم کے دوران بھی کچھ لوگوں نے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی بہت سے افراد نے دینی مدارس سے فارغ ہو کر جدید درسگاہوں کا رخ کیا اور اس میں کامیاب بھی ہوئے انہوں نے دینی تعلیم کے حصول کے بعد الگ سے انگریزی زبان سیکھی اور جدید درسگاہوں میں داخل ہوئے لیکن اس میں مشکل یہ تھی کہ ایک طرف اس میں وقت بہت زیادہ صرف ہوتا تھا دوسرے اس طرح کے باحوصلہ افراد کی تعداد بہت کم تھی۔

اسی دوران مسلمانوں کے زیر انتظام بعض دینی مدارس ایسے بھی قائم ہوئے جنہوں نے دینی علوم کے ساتھ کسی قدر عصری علوم کو بھی شامل نصاب کیا اس سلسلے میں گرچہ انہیں بعض دشواریاں بھی پیش آئیں اور بعض مسائل آج بھی توجہ طلب ہیں لیکن بڑی حد تک یہ ایک کامیاب تجربہ تھا جو کیا گیا ان نئے مدارس کے فارغین کی بڑی تعداد نے جدید علوم کے تعلیمی اداروں کا رخ کیا بالخصوص بیسویں صدی کی دہائی کے دوسرے وسط میں یہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں آنا شروع ہوئے اس کی ایک بڑی وجہ بعض مدارس کا ان یونیورسٹیوں سے الحاق تھا فارغین مدارس کی جدید تعلیم گاہوں میں آمد کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اس کا ایک خوشگوار پہلو یہ تھا کہ فارغین مدارس کے جدید درسگاہوں میں آنے سے وہاں کے ماحول میں دینی نوعیت کی خوشگوار تبدیلیاں آئیں جس کا مشاہدہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔

اس سب کچھ کے باوجود دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کو اپنی آئندہ کی زندگی کا رخ متعین کرتے ہوئے آج بھی ذہنی کرب کے بڑے ہی الم ناک

دور سے گزرنا پڑتا ہے یہ وہ موقع ہوتا ہے جہاں وہ ایک چوراہے پر کھڑے ہوتے ہیں اب تک کی مدرسوں کی زندگی جیسی تیسی بھی گزر دی گزر گئی لیکن اب کیا ہو یہ ان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ ان میں ایک تعداد ایسی ہوتی ہے جو اسے جو کچھ ملا اس پر قناعت کرتے ہوئے یا حالات سے مجبور ہو کر انہیں مدارس میں کھپ جاتی ہے یا پھر زندگی کے دوسرے شعبوں میں مشغول ہو جاتی ہے لیکن فارغین کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے جو اپنی تعلیم آگے جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے جدید سرکاری تعلیمی اداروں کا رخ کرتے ہیں۔ فی الحال گفتگو کا موضوع انہیں طلبہ سے تعلق رکھتا ہے جو آئندہ سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم جاری رکھنے کے خواہاں ہوں۔

فارغین مدارس بالعموم دو طرح کے دینی مدارس سے آتے ہیں ایک ان مدرسوں سے جہاں صرف قدیم طرز کا درس نظامی پڑھایا جاتا ہے اور جدید علوم کی انہیں ہوا تک لگنے نہیں پاتی۔ دوسرے ان مدرسوں سے جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ کچھ دو عصر علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں یا کم از کم انگریزی زبان سے کسی حد تک آشنائی ضرور ہو جاتی ہے

قدیم طرز کے دینی مدارس سے آنے والے طلبہ

ان مدارس سے آنے والے طلبہ کو دینی علوم کی بعض مخصوص کتابیں تو ضرور پڑھادی جاتی ہیں لیکن جدید علوم یا زمانے کی ترقیات کی انہیں ہوا تک لگنے نہیں دی جاتی۔ فراغت کے بعد ذہنی کرب کے سب سے زیادہ اذیت ناک دور سے یہی طلبہ گزرتے ہیں۔ اگر جدید جامعات میں یہ داخلہ لینا چاہیں تو نہ صرف انہیں دور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے کیوں کہ صرف چند تعلیمی ادارے ہیں جو دینی مدارس کی اسناد کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اخراجات کا ایک بڑا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان جامعات میں داخلے کے لئے انہیں انگریزی زبان بالکل ابتدا سے سیکھنی پڑتی ہے جو عمر کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے لیکن جدید تعلیمی اداروں میں حصول تعلیم کے لئے انہیں اس مرحلے سے گزرنا ہی ہوتا ہے۔ انہیں

سرکاری نصاب تعلیم کے مطابق بارہویں جماعت کے برابر انگریزی سیکھ کر اس کا امتحان دینا پڑتا ہے یا پھر اگر کہیں کچھ مخصوص کورسز میں انہیں داخلہ مل بھی جاتا ہے تو لازمی انگریزی کا پرچہ ضرور پڑھنا پڑتا ہے۔

دینی مدارس کے فارغین کو ایک اور پریشانی کے دور سے اس وقت گزرنا پڑتا ہے جب وہ داخلہ لیتے ہیں کیونکہ بعض جامعات ان کی اسناد کو صرف ایم۔ اے کے دو سالہ کورس — کچھ مخصوص شعبوں میں — کے لئے تسلیم کرتی ہیں اور بعض بی۔ اے کے سہ سالہ کورس کے لئے۔ لیکن بی۔ اے میں داخلہ کے لئے لازمی انگریزی پہلے سیکھنا ضروری ہوتی ہے ایسے میں بعض طلبہ سہولت کی خاطر براہ راست ایم۔ اے میں داخلہ لے لیتے ہیں کیونکہ لازمی انگریزی انہیں داخلے سے پہلے سیکھنی نہیں پڑتی جب کہ بارہویں کا انگریزی کا پرچہ پاس کرنے کے بعد بی۔ اے میں داخلہ لینے سے ان کے سامنے تعلیم کے مواقع زیادہ وسیع ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں اگر کوئی خاص پریشانی لاحق نہ ہو تو بی۔ اے میں داخلہ کو ترجیح دی جانی چاہئے۔

جدید طرز کے دینی مدارس سے آنے والے طلبہ

قدیم طرز کے دینی مدارس کے فارغین کے مقابلے میں ان مدارس کے فارغین کو جدید تعلیمی اداروں کا رخ کرنے میں بڑی حد تک آسانی ہوتی ہے اور اس معاملے میں یہ طلبہ خوش قسمت قرار دیے جا سکتے ہیں کہ ضروری علوم جدید یا کم از کم انگریزی کی ضروری تعلیم مدارس میں یہ پہلے ہی حاصل کر چکے ہوتے ہیں لیکن ان مدارس سے آنے والے طلبہ کا ایک المیہ یہ ہوتا ہے کہ قدیم و جدید کے چکر میں الجھ کر کسی جانب کے نہیں ہو پاتے۔ جدید طرز کے دینی مدارس کے ذمہ داروں کو اس جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔ ان مدارس کے فارغین کو بعض جامعات میں ایم۔ اے اور بی۔ اے دونوں کورسز میں فضیلت اور عالمیت کی بنیاد پر اور بعض میں صرف بی۔ اے

میں داخلہ ملتا ہے۔ بہرحال انہیں جدید جامعات میں داخلہ لیتے وقت کسی اضافی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فارغین مدارس کے لئے جدید جامعات میں مواقع

اب ہم اس موضوع پر آتے ہیں کہ فارغین دینی مدارس جدید تعلیمی اداروں کا رخ کرتے ہوئے کیا اپنے پیش نظر رکھیں۔

جدید جامعات کا رخ کرنے والے ان فارغین کے سامنے تین راستے ہوتے ہیں ان میں سے ایک میں انہیں پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ ہے بی۔ یو۔ ایم۔ ایس (طب) کی تعلیم، جس کی تکمیل کے بعد طالب علم ڈاکٹر بن جاتا ہے۔ دوسرا راستہ ایم۔ اے کا ہوتا ہے یہ دو سالہ کورس ہے اور دینی مدارس کے فارغین کے لئے صرف چند مخصوص شعبوں میں ایم اے کرنے کی اجازت ہے۔ تیسرا اور اہم راستہ بی۔ اے کا سہ سالہ کورس ہے جس کی تکمیل کے بعد اگر طالب علم اپنی محنت اور مقصد میں سچا ہے تو اس کے سامنے علم و ہنر کے لامحدود دروازے کھل جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان تینوں راستوں پر علیحدہ علیحدہ تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

پیشہ وارانہ تعلیم

دینی مدارس کے فارغین کو براہ راست پیشہ وارانہ تعلیم کے مواقع نہیں کے برابر ملتے ہیں صرف ایک کورس ایسا ہے جسے پیشہ وارانہ کہا جا سکتا ہے اور جس میں انہیں داخلہ ملتا ہے۔ یہ کورس عام طور سے بی۔ یو۔ ایم۔ ایس (یونانی ادویہ اور سرجری میں گریجویشن) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بی یو ایم ایس میں دینی مدارس کے فارغین کو صرف چند جگہوں میں — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ہمدرد یا بعض دوسرے طبیہ کالجز جہاں ٹسٹ وغیرہ نہیں لیکر داخلہ دیا جاتا ہے — داخلے ملتے ہیں وہ بھی بہت محدود تعداد میں۔ اصل کورس شروع ہونے سے پہلے فارغین دینی مدارس کو ایک سال پری طب کے نام پر سائنس کی ابتدائی چیزیں پڑھائی جاتی ہیں اور انگریزی نہ جاننے والے

طلبہ کو انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے۔ دینی مدارس کے فارغین کے لئے پری طب کا ایک سال بڑا اہم ہوتا ہے کیونکہ اس دوران انہیں سائنس کی ابتدائی اور بنیادی چیزیں پڑھائی جاتی ہیں جو آئندہ کورس کے لئے انتہائی ضروری حیثیت کی حامل ہوتی ہیں۔ لیکن مدارس کے طلبہ عام حالات میں چونکہ سائنس کے بارے میں عام معلومات بھی نہیں رکھتے اس لئے انہیں پری طب کے سال میں خاصی دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ جب تک دینی مدارس میں سائنس کی ابتدائی اور بنیادی تعلیم کا انتظام نہیں ہوجاتا دینی مدارس کے طلبہ بالخصوص وہ فارغین جو بی یو ایم ایس میں داخلہ لینے کے خواہاں ہوں انہیں چاہیئے کہ فراغت کے فوراً بعد انھیں جو وقت ملتا ہے اس میں سائنسی معلومات سے ابتدائی کتابچے از خود پڑھ لیں۔ دینی مدارس کے لئے اس ضمن میں ایک اچھی چیز یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب تک وہ سائنس کی بنیادی تعلیم کا انتظام نہیں کر پاتے کم از کم سائنسی معلومات پر شائع ہونے والے رسائل اپنے ہاں منگواتے رہیں تاکہ ان کے طلبہ جدید تحقیقات سے واقفیت کے ساتھ ساتھ کچھ سائنسی اصطلاحات بھی اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکیں۔

وہ طلبہ جو بی یو ایم ایس کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ پہلی فرصت میں اس نصاب کو پڑھ ڈالیں جو پری طب میں داخلے کے امتحان کے لئے بعض جگہوں پر متعین ہے۔ داخلے کا امتحان بالعموم چار پرچوں یا ان سے متعلق سوالات پر مشتمل ہوتا ہے ۱۔ اردو ادب ۲۔ عربی ۳۔ عام معلومات ۴۔ علوم اسلامی۔ عربی تو فارغین دینی مدارس کے لئے آسان ہوتی ہے لیکن بقیہ تین پرچے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ان کی اہمیت اس وجہ سے بھی بہت بڑھ جاتی ہے کہ داخلے کے امتحانات میں مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے۔ عام معلومات کے پرچے میں سائنسی معلومات سے متعلق زیادہ سوالات ہوتے ہیں۔ پری طب کے بعد بی یو ایم ایس کا پانچ سالہ کورس نسبتاً آسان کہا جاتا ہے لیکن اس دوران اگر تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے تو کورس مکمل ہوجانے کے بعد بعض جگہوں پر ایم ڈی (اردو میں ماسٹر ڈگری) اور ایم ایس سرجری میں ماسٹر ڈگری

دونوں میں یا بعض جگہوں پر صرف ایم ڈی میں داخلے کے مواقع بھی ہوتے ہیں البتہ ان کورسز میں سیٹیں بہت محدود ہوتی ہیں۔ ایسے بی یو ایم ایس کے بعد ایک طالب علم اپنی ذاتی پریکٹس کرنے کا اہل ہوتا ہے اور سرکاری نوکریوں میں بھی اسے جگہ مل سکتی ہے۔

ایم اے میں داخلہ

مدارس کی فضیلت کی اسناد بالعموم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم اے میں داخلے کے لئے تسلیم شدہ ہیں لیکن فارغین مدارس کو صرف چند شعبوں ہی میں ایم۔ اے میں داخلہ ملتا ہے یعنی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں دینیات (تھیالوجی) اور عربی کے شعبوں میں اور لکھنؤ یونیورسٹی میں صرف شعبۂ عربی میں۔ براہ راست ایم اے کرنے والے طلبہ کو پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب بعض جگہوں پر متعلقہ مضمون میں گریجویشن لازمی کردیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس طرح ایم اے کرنے کے بعد ان کے لئے مواقع بہت ہی محدود ہوجاتے ہیں کیونکہ یہ شعبے ایک تو ہندوستان کی صرف چند یونیورسٹیوں تک ہی محدود ہیں لہذا سرکاری تعلیمی اداروں یا دوسری جگہوں پر مواقع بہت کم اور بعض اوقات نہیں کے برابر ملتے ہیں۔ البتہ اگر کچھ لوگ اپنے مخصوص حالات کی بنا پر براہ راست ایم۔ اے ہی کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے ایم اے کے سال آخر ہی میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے منعقد ہونے والے لکچر شپ اور ریسرچ فیلو شپ کے امتحانات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس امتحان میں ۲۸ سال تک عمر کے طلبہ لکچر شپ کی اہلیت کے ساتھ فیلو شپ بھی حاصل کر سکتے ہیں جو میرٹ کی بنیاد پر ملتی ہے اس سے زیادہ عمر کے طلبہ صرف لکچر شپ کی اہلیت کا امتحان دے سکتے ہیں۔ اس میں کامیابی کے بعد وہ ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں متعلقہ شعبے میں لکچرر بننے کی درخواست دے سکتا ہے اس کے بغیر نہیں۔ عرف عام میں اسے NET کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جب طالب علم کو فیلو شپ مل جاتی ہے اسے پی ایچ ڈی کے دوران جس کی زیادہ مدت پانچ سال ہوتی ہے دو ہزار پانچ سو روپے ماہانہ ملتے ہیں

یہ ٹیسٹ کل تین پرچوں پر مشتمل ہوتا ہے ان میں پہلا پرچہ عمومی کا اور سب سے اہم ہوتا ہے اور دماغی صلاحیت کا امتحان یا Reasoning کہلاتا ہے ۷۵ منٹ کے اس پرچے میں پچاس متعدد اختیاری جواب والے سوال ہوتے ہیں اور صحیح جواب پر X کا نشان لگانا ہوتا ہے۔ دوسرا پرچہ مضمون سے متعلق ہوتا ہے اور یہ بھی متعدد اختیاری جوابات والے سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ تیسرا پرچہ اصل مضمون کا اور تفصیلی جوابات کا ہوتا ہے یہ ڈھائی گھنٹے کا ہوتا ہے۔ اس میں پہلا پرچہ زیادہ اہم ہوتا ہے کیونکہ مدارس میں تعلیم کے دوران طلبہ کو اس طرح کے سوالات سے کبھی سابقہ ہی نہیں پڑتا لہٰذا اس کے لئے بھرپور محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس پرچے میں ۵۵ فیصد نمبر حاصل کئے بغیر طالب علم کے اگلے پرچے کی کاپی چیک نہیں ہوگی دوسرے پرچے بالعموم اسی نصاب سے ہوتے ہیں جو یونیورسٹیوں میں ایم اے کے لئے ہوتا ہے ویسے اصل نصاب یونیورسٹی گرانٹس کمیشن امتحان کے لئے درخواست دینے والے کو بھیجتا بھی ہے۔

ایم اے کے بعد پی ایچ ڈی کرنے کے خواہشمند طلبہ کو اس ٹیسٹ کا کوالیفائی کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی وہ کہیں لکچرشپ کے لئے درخواست دے سکتے ہیں یا اگر انہیں فیلوشپ مل جاتی ہے تو کم از کم یکسو ہوکر وہ کوئی اچھا تحقیقی کام کرسکتے ہیں جو ان کی آئندہ زندگی میں ان کے کسی کام آسکتا ہے۔

گریجویشن کے سہ سالہ کورسز میں داخلے

دینی مدارس کے فارغین کو سب سے زیادہ مواقع گریجویشن کے سہ سالہ کورس بی۔اے کے ملتے ہیں۔ مدارس کی عالمیت یا فضیلت کی اسناد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور لکھنؤ یونیورسٹی میں بی۔اے کے لئے تسلیم شدہ ہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فضیلت کی اسناد عموماً ایم۔اے کے لئے تسلیم شدہ ہیں

اس لئے وہ مدارس جہاں عالمیت کی سند نہیں دی جاتی ان کے طلبہ کو وہاں بی۔اے میں داخلہ لینے میں پریشانی ہوتی ہے لیکن جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تمام ہی مدارس کی اسناد صرف بی۔اے کے لئے تسلیم شدہ ہیں۔ پیشہ وارانہ تعلیم کے اس دور میں گرچہ آرٹس میں گریجویشن کی ڈگری کی اہمیت میں روزافزوں کمی واقع ہوتی جارہی ہے لیکن فی الحقیقت ہے ایسا نہیں، اگر تھوڑے غور وفکر اور دور اندیشی سے کام لیکر ان کورسز میں داخلہ لیا جائے تو یہاں بھی آئندہ ترقی کے مواقع کم نہیں ہیں۔ دینی مدارس کے فارغین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور لکھنؤ یونیورسٹی میں میرٹ کی بنیاد پر اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلہ کے لئے مقابلہ جاتی امتحانات کی بنیاد پر سوشل سائنسز اور لنگویجز کے متعدد کورسز میں بی۔اے کر سکتے ہیں بلکہ اگر انہیں کچھ ریاضی اور عام معلومات سے دلچسپی ہو تو تھوڑی سی محنت سے B.B.S (بیچلر آف بزنس اسٹڈیز) B.S.W (بیچلر آف سوشل ورکس) اور B.A ووکیشنل کورس ان کمپیوٹر سائنس جیسے کورسز میں بھی کم از کم جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلے کے دروازے ضابطے میں ان کے لئے بھی کھلے ہوتے ہیں۔ B.A کے تمام کورسز کی تفصیل درج کرنا کہ کس کورس میں کتنے اور کہاں تک مواقع مل سکتے ہیں، تو یہاں مشکل ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اگر ایک طالب علم آرٹس کے کسی بھی مضمون میں بی۔اے محنت اور لگن سے کرتا ہے اور ساتھ ہی عام معلومات کے مطالعے کا بھی اہتمام کرتا ہے تو بی۔اے کی تکمیل کے بعد تعلیم اور مقابلہ جاتی امتحانات کا ایک وسیع میدان اس کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر سائنس کے اس دور میں اگر کوئی بی۔اے کے ساتھ ساتھ کسی انسٹی ٹیوٹ سے کمپیوٹر کا کوئی کورس یا ٹریولنگ، ہوٹلنگ، ٹورزم وغیرہ میں کوئی ڈپلوما کورس کرے تو بھی عملی زندگی میں اس کے لئے بہت سارے راستے کھل جاتے ہیں لیکن ان سب کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ انگریزی زبان پر خصوصی توجہ دی جائے کیوں کہ انگریزی زبان کو جو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوگئی ہے اس کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ

کے لئے اس کا جاننا انتہائی ضروری ہوگیا ہے۔ یہاں جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتا دینا بھی ضروری سا ہے کہ گزشتہ دو تین برسوں سے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بی۔ اے کی تعلیم پرائیویٹ طور پر حاصل کرنے کی سہولت بھی حاصل ہوگئی ہے اس کے لئے شرط صرف ذریعہ تعلیم کا اردو ہونا ہے اور چونکہ مدارس میں ذریعہ تعلیم بالعموم اردو ہی ہوتا ہے اس لئے وہ طلبہ جو کہیں جاکر مستقل درجوں میں بیٹھ کر تعلیم حاصل نہیں کر سکتے انہیں اپنی علمی پیاس بجھانے کا یہ نادر موقع فراہم ہوا ہے۔

جو طلبہ بی۔ اے میں داخلہ بیرونی زبانوں میں لیتے ہیں ان کے لئے ایک آسانی یہ بھی ہے کہ ملک کی ایک موقر یونیورسٹی — جواہر لال نہرو یونیورسٹی — میں وہ بی۔ اے کے دوسرے سال میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں مدارس کی اسناد تسلیم نہیں کی جاتیں لیکن دوسرے سال کے لئے وہاں مقابلہ جاتی امتحانات ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی طالب علم اپنے مضمون میں سنجیدہ ہے تو اسے وہاں متعلق زبان میں گریجویشن کے ساتھ ساتھ پوسٹ گریجویشن کا موقع بھی مل سکتا ہے۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں چونکہ داخلے کل ہند سطح پر مقابلہ جاتی امتحانات کی بنیاد پر ہوتے ہیں اس لئے ملک بھر سے طلبہ کا بہترین حصہ کھنچ کر وہاں پہونچ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہاں پڑھنے کے بہتر مواقع ہوتے ہیں۔

بی۔ اے کرنے کے بعد طلبہ سول سروسز، اسٹیٹ سروسز اور ملکی سطح پر منعقد ہونے والے متعدد امتحانات میں شرکت کے اہل ہو جاتے ہیں اور اگر انہوں نے ابتدا ہی سے محنت کی ہے تو ایک آدھ سال کی مزید محنت سے کسی نہ کسی مقابلہ جاتی امتحان میں کامیابی کا حصول کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ طلبہ کو بی۔ اے کے بعد اپنے مضامین میں ایم۔ اے کے علاوہ مینجمنٹ کے مختلف کورسز مثلاً M.B.A (ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن)، H.R.M (ہیومن ریسورسز مینجمنٹ)، M.S.W (ماسٹر آف سوشل ورکس)، پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما از کمپیوٹر سائنس میں بھی داخلہ مل

سکتا ہے۔ جرنلزم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی بی۔ اے کے بعد سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ڈپلوما اور ماسٹر ڈگری کورسز میں کئی مواقع ملتے ہیں بالخصوص الکٹرانک میڈیا کے اس دور میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں (اور اب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی) ماس کمیونیکیشن میں ماسٹر ڈگری اور دیگر کئی یونیورسٹیوں میں ماس میڈیا میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔ بی۔ اے کے بعد طلبہ کو قانون کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع بھی ملتا ہے جس کا شمار پیشہ وارانہ تعلیم میں ہوتا ہے ان سبھی کورسز میں داخلے یا مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے لئے طلبہ کی تعلیم میں یکسوئی اور محنت و لگن کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے، ایسی رہنما کتابیں اور ادارے موجود ہیں جن کے توسط سے ان میں شرکت کے لئے تیاری کی جا سکتی ہے اور کامیابی کے امکانات بعید نہیں نظر آتے۔

اس طرح اگر دیکھا جائے تو فارغین دینی مدارس کے لئے بی۔ اے کے بعد قسمت آزمائی کے لئے ایک وسیع میدان سامنے ہوتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ کس نے اپنی تعلیم کی منصوبہ بندی پہلے کرلی ہے اور دوران تعلیم اس میں کس حد تک سنجیدہ رہا ہے۔ ملک میں آج سرکاری نوکریوں کا حصول ایک مشکل مرحلہ ہے لیکن کھلی معیشت کے فروغ کے سبب نجی زمروں میں امکانات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں، ویسے عصری علوم سے واقفیت ایک دینی ضرورت بھی ہے اور اس راستے میں کام کرنے والوں میں اس کا احساس شدت سے پایا جاتا ہے۔

مضمون میں دینی مدارس کے ارباب اختیار کو ہو سکتا ہے کہ چند باتیں اچھی نہ لگیں کہ اس میں دینی مدارس کے فارغین کو عصری تعلیمی اداروں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے دنیوی مفادات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جو بظاہر قناعت اور ایثار و قربانی جیسی تعلیمات کے برعکس نظر آتا ہے لیکن یہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے رزق کے لئے جد و جہد بہرصورت ضروری ہوتی ہے خواہ یہ

دینی تعلیم کے حصول کے بعد ہو یا عصری تعلیم کے حصول کے بعد یا اس کے بغیر لہٰذا الزام عصری تعلیم کو دینا صحیح نہیں۔ دینی مدارس کی تعلیم اتنی ہوتی ہے کہ اگر وہاں سے تربیت میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہوتی ہے تو دنیا کی کوئی بھی کشش ان کے فارغین کو معصیت کے راستے پر نہیں ڈال سکتی۔ ایک عام شکوہ یہ ہے اور ہو سکتا ہے کسی حد تک صحیح بھی ہو کہ عصری علوم کے اداروں کا رخ کرنے والے دینی مدارس کے فارغین بے دینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے امکانات سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ آخر ایسا ہوتا کیوں ہے صرف اس خوف سے کہ عصری تعلیم گاہوں میں جاکر ہمارے طلبہ بے دینی کا شکار ہو جاتے ہیں ان پر جدید علوم کے دروازے بند کر دینا دانشمندی تو نہیں ہوتی۔ سوچنے کا مقام تو یہ ہے کہ آخر مدارس کے نظام تربیت میں کمی کہاں رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ ارباب مدارس اگر توجہ دیں تو تربیت کے نظام کو اتنا بہتر بنایا جا سکتا ہے کہ اباحیت کا کوئی بھی سیلاب ان کے فارغین کو اپنی رو میں بہا کر نہیں لے جا سکتا۔ البتہ چند باتوں پر فارغین دینی مدارس کو بھی عصری اداروں میں داخل ہوتے ہوئے توجہ دینی چاہیے۔ وہ بالعموم جن مدارس سے آتے ہیں وہاں کچھ خاص قسم کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس سے باہر کی دنیا انہیں بڑی ہی دلکش اور رنگین نظر آتی ہے وہ انہیں چاہیے کہ آتے ہی ان رنگینیوں میں کھو جانے کے بجائے ان کے انجام و عواقب پر بھی کچھ غور کر لیا کریں کہ کیا وہ ان کے مقصد میں کسی طرح کا ممد و معاون ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں احساس کمتری کا شکار بھی نہیں ہونا چاہیے وہ اپنے اندر اگر کچھ کمی محسوس کرتے ہیں تو وہ اس لئے نہیں ہے کہ انہوں نے کچھ مخصوص خیالات اور طور طریقے نہیں اپنا رکھے ہیں بلکہ اب تک اس جانب ان کی توجہ نہیں ہو سکی ہے لہٰذا مرعوب ہو کر ظاہری چیزوں کو اختیار کرنے کے بجائے پہلے یہ تجزیہ کرنا چاہیے کہ ان میں کمی کہاں ہے اور اس کے دور کرنے کا طریقہ کیا ہوگا اگر دینی مدارس سے فارغ ہو کر آنے والے طلبہ اتنا کر لیں تو توقع ہے کہ ارباب مدارس کے ان سے شکوے بڑی حد تک ختم ہو جائے گا۔

یہ چند صفحات جو اس مقصد سے سیاہ کئے گئے ہیں کہ دینی مدارس کے وہ طلبہ جو فراغت کے بعد اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے عصری علوم کے اداروں کا رخ کرنا چاہتے ہیں انہیں کسی قدر رہنمائی فراہم کر سکیں توقع ہے کہ ان کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب کو عالمی ایوارڈ

آکسفورڈ سنٹر برائے تحقیقات اسلامی کی جانب سے اسلامی فقہ میں ۱۹۹۶ء کے سلطان حسن البلکی کے عالمی انعام سے ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب کو نوازا گیا ہے موصوف قطر یونیورسٹی میں شعبہ سنی ریسرچ سنٹر کے تاسیسی ڈائرکٹر ہیں و ستمبر ۱۹۲۶ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل ہیں۔

انعام سلیکشن کمیٹی نے بڑے ہی غور و فکر کے بعد، فقہ و شریعت پر آپ کی متعدد اہم تصانیف اور آپ کی ممتاز تدریسی خدمات کے پیش نظر آپ کو ۱۹۹۶ء کے انعام کا حقدار قرار دیا۔ موصوف کی اسلامی فقہ اور عقائد پر پچاس سے زائد کتابیں ہیں ان کتابوں کی اہم خصوصیت قرآن و سنت سے براہ راست استفادہ اور ان میں مذکور مسائل و احکام کو عصری اسلوب میں پیش کرنا ہے۔ نیز یہ کتابیں مسلکی تعصبات سے یکسر خالی ہیں انہیں اسباب کی بنا پر آپ کی کتابیں ہر طبقے میں کافی مقبول ہیں۔ آپ کی تالیفات میں "اسلام میں حلال و حرام"، "جدید فتاوٰی"، "فقہ الزکاۃ"، "ب العقل"، "اسلامی معاشرہ میں غیر مسلم" اور "فقہ الصیام" کافی اہم اور مشہور ہیں۔

آپ مسلم ورلڈ لیگ کی فقہ کونسل کے ممبر اور اسلامی کانفرنس کی فقہ کونسل کی تنظیم کے مشیر کار بھی ہیں۔

سلطان حسن البلکی انعام کا مقصد، آرٹ، علوم سماجی، اور علوم انسانی میں ریسرچ اسکالروں کی ہمت افزائی اور ان کی مفید کاوشوں کی قدر افزائی ہے۔ (شاد عالم فلاحی)

آخری قسط

مصرف چرم قربانی

شاہد بدر فلاحی علیگ
منجو بھا لگو پڑا اعظم گڑھ

چرم قربانی کا زیادہ مستحق کون؟

مصارف زکوٰۃ قرآن پاک میں بالترتیب مذکور ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات واجبہ یا نافلہ کی رقموں میں فقراء و مساکین اور ہر طرح کے کار خیر شامل ہیں۔ چرم قربانی کے متعلق تو یہ بات واضح ہے کہ وہ زکوٰۃ کے ہم معنی نہیں۔ اس کی حیثیت صدقہ نافلہ کی ہے لہٰذا یہ رقم ہر کار خیر میں خرچ کی جا سکتی ہے۔ اور خاص طور سے ان لوگوں کے اوپر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے جو کار دینیہ میں مصروف ہونے کی وجہ سے روزی روٹی کے لئے وقت نہیں نکال پاتے ہیں اور ان کی غیرت بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتی ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے "فقراء" میں ان خوددار اور مستور الحال شرفاء کو ترجیح دی ہے "جو دین اور مسلمانوں کے کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے نوکری، چاکری یا بیوپار نہیں کر سکتے اور حاجت مند ہونے کے باوجود کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور اپنی آبرو اور خودداری کو ہر حال میں قائم رکھتے ہیں"

"للفقراء الذین ۔ ۔ ۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۳)

ان مفلسوں کو دینا ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں اور زمین میں روزی حاصل کرنے کے لئے چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انکے نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو بے نیاز سمجھتے ہیں تم ان کو ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو کہ وہ حاجت مند ہیں وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔" سیرۃ النبی ج ۵ ص ۲۷)

چرم قربانی کی رقم اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے کوشش کرنیوالوں پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ فقہائے عصر کا فتویٰ ہے

چرم قربانی کی رقم کو اعلاء کلمۃ اللہ اور غلبۂ دین کے لئے

کوشاں افراد پر خرچ کرنے کے سلسلے میں ایک استفتاء مختلف اداروں کو میں نے روانہ کیا تھا جس کے جواب میں مختلف مفتیان عظام کی تحریریں موصول ہوئی ہیں جن مفتیان کرام اور اداروں نے چرم قربانی کی رقم کو مذکورہ بالا جگہ پر خرچ کو جائز قرار دیا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

۱	جناب مفتی مشکور احمد صاحب	جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف۔
۲	؍؍ ؍؍ محمد نسیم صاحب	جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۳	؍؍ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب	ادارۂ تحقیق و تصنیف علی گڑھ
۴	؍؍ ؍؍ شمس پیرزادہ صاحب	ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی۔
۵	دار الافتاء جامعہ دار السلام دہلی گیٹ مالیر کوٹلہ	
۶	؍؍ ؍؍	دار العلوم الاسلامیہ۔ بستی (یو، پی)

"حرف آخر"

آج الحاد و لادینیت کا دور دورہ ہے مسلمانوں کی کھیپ کی کھیپ سیکولر لادینی اداروں کی بھینٹ چڑھکر اپنے کام سے دور ہوتی جا رہی ہے الحادی تحریکوں اور نظاموں نے نوع انسانی کو فتنوں میں مبتلا کر رکھا ہے اسے گمراہی کے راستے پر ڈال دیا ہے ۔ لہٰذا ان کے مقابلے کے لئے ایسے اداروں کا قیام جو نوجوانوں کی اسلامی نہج پر تربیت کر سکیں کہ وہ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کر سکیں اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار ہو سکے ____ موجودہ دور میں اس کی فکری یلغار کا مقابلہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے خود ایک جہاد ہے ۔ مگر آج کتنے ہی علمی و اشاعتی ادارے اسلامی تحریکیں جو مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے سخت آزمائش سے دوچار ہیں ____ صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ ملت کی اکثریت زکوٰۃ، صدقہ، چرم قربانی کا مستحق صرف ان مدارس کو تصور کرتی ہے جہاں مفت کھانے والے طلباء کی بڑی تعداد زیر تعلیم ہو ____

"اسی لئے بعض مدارس و مکتب چلانے والوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں کھانے والے طلبہ موجود ہیں" (اسلام میں زکوٰۃ کا نظام ص ۱۱۸)

کس درجہ دردناک نظارہ ہے . . . . .

اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کرنے والی تحریکیں ملت کے ڈھیروں علماء کے نزدیک بہتیرے سوالات اور شک کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں کہ یہ زکوٰۃ وچرم قربانی کی مدوں سے استفادہ کیسے کرتے ہیں ؟

واقعہ یہ ہے کہ بعض مدارس کے منتظمین تو حیلہ سے حیلہ تراش کر شرح صدر حاصل کر چکے ہیں لیکن اہل خیر حضرات کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات اور شرح صدر نہ ہونے کی بنا پر مالی تعاون نہیں ملتا ـــــ اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو وہ افراد جو علمی و فکری میدان میں جہاد کر رہے ہیں ان کو اگر یہ حق بغیر دست سوال دراز کئے نہیں ملا تو وہ اسی کارزار میں تمام افراد اپنے اصل کام میں یکسو نہیں ہو سکیں گے نتیجے میں انقلاب تازہ کی صبح دور سے دور ہوتی چلی جائیگی ـــــ لہذا ملت اپنے عطیات و زکوٰۃ سے پشت پناہی کرے ۔ انہیں نوکری، چاکری، روزگار اور تلاش معاش کی فکر سے آزاد کر دے ـــــ اسی صورت میں انتھک کوششوں اور اللہ کی تائید سے ملت وہ نئی صبح دیکھے گی اور روز آخرت ہراول دستہ اپنی انتھک کوششوں کے صلے میں مجاہدین کی صف میں ہوگا اور ملت مال سے جہاد کرنے کے صلے میں مجاہدین کی صف میں شامل ہوگی

قربانی کے جانور کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے نیکی، ایک ایک روئیں کے بدلے نیکی اور چرم قربانی اللہ کے یہاں اجر کی شکل میں ملیں گے ۔

بلاشبہ ملت اس وقت فتح سے پہلے کے جہاد میں سرگرم عمل ہے اس وقت کا انفاق اور اس کی اہمیت فتح کے بعد کے انفاق سے بڑھی ہوتی ہے ۔

لہذا ابھی ایک سنہرا موقع ہے ملت اپنے عطایا، صدقات و زکوٰۃ اور چرم قربانی سے اعلاء کلمۃ اللہ اور باطل سے علمی و فکری جہاد کرنے والے اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے سرگرداں افراد کی مدد کرے ۔

صہیونیت

مولانا افتخار الحسن مظہری

صہیونیت ایک نسل پرست اور انتہا پسند سیاسی تنظیم ہے فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام اس کا بنیادی مقصد ہے، تاکہ اس کو مرکز بنا کر پوری دنیا پر یہود کی حکمرانی قائم کی جا سکے ۔

یہ نام قدس کے جبل صہیون سے اپنی نسبت کا اظہار ہے جو دراصل ان کے اس عزم کی ترجمانی کرتا ہے کہ وہ وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کر کے اپنی حکومت قائم کریں گے اور قدس کو اس کا دارالحکومت بنائیں گے ۔

صہیونی فکر کا داعی اول ایک فسادی یہودی ہے، جس کا نام ہرتزل ہے یہ تنظیم تمام تر اسی کے آراء وافکار پر مبنی ہے اس لئے اسی کو اس کا بانی کہا جاتا ہے ۔

نمایاں شخصیات

عالمی صہیونی تنظیم چونکہ اپنی مستقل تاریخ رکھتی ہے اور اس کی کچھ فکری اور سیاسی بنیادیں بھی ہیں اس لئے اس کو سمجھنے کے لئے اس کے مختلف ادوار کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے ۔

۱۔ بابل کی قید سے رہائی کے بعد یہودی ستم زدوں کی تحریک ۵۸۶ ـــ ۵۳۸ قبل میلاد جس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ صہیون پہونچ کر ہیکل سلیمانی تعمیر کرے ۔

۲۔ بارکوخا تحریک (۱۱۸ ـــ ۱۳۸) اس نے یہودیوں کے دلوں میں یہودی حمیت کی روح پھونکی، اور فلسطین میں مجتمع ہونے اور وہاں یہودی حکومت و سلطنت قائم کرنے کا ان میں جوش و جذبہ پیدا کیا ۔

۳۔ موسس کریتی تحریک یہ بھی بارکوخا تحریک کے مماثل تھی ۔

۳۔ یہ دور یہودیوں کی مظلومیت اور مقہوریت کا دور ہے، اس دور میں ان پر عمومی جمود طاری رہا، لیکن یہودیت کا قومی شعور و احساس کمزور ہونے کے بجائے اور طاقتور ہو گیا۔

۴۔ والفید ریوبین اور اس کے شاگرد سولومون مولوخ کی تحریک ۱۵۰۱ – ۱۵۳۲ء فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کا، ان دونوں نے از سر نو نعرہ لگایا۔

۵۔ منشہ بن اسرائیل کی تحریک (۱۶۰۴ — ۱۶۵۷ء) صہیونی عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے اس نے سب سے پہلے منصوبہ بند کوشش کی اور برطانیہ کو صہیونی مقاصد کے حصول کا آلہ کار بنایا۔

۶۔ شبتائی زفی کی تحریک (۱۶۲۶ — ۱۶۷۶ء) یہ یہودیوں کا نجات دہندہ بن کر ابھرا اور یہودیوں کو فلسطین واپس لانے کی تیاری بھی شروع کر دی لیکن عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی لقمۂ اجل بن گیا۔

افکار و عقائد

صہیونیت کے افکار و عقائد ان کی ان مقدس کتابوں سے ماخوذ ہیں جو محرف ہو چکی ہیں، یا افکار و عقائد ان کے پروٹوکولز میں مدون شکل میں موجود ہیں۔

صہیونیت دنیا کے تمام یہودیوں کو اسرائیلی نسل کے رشتے سے ایک خاندان سمجھتی ہے

صہیونیت کا بنیادی مقصد ساری دنیا پر یہود کا غلبہ و تسلط ہے، جس کا وعدہ ان کے الٰہ یہوہ نے ان سے کیا ہے، اس غلبہ کی ابتدا اس سرزمین پر اسرائیلی حکومت کے قیام سے ہوگی جو دریائے نیل سے لیکر دریائے فرات تک پھیلی ہوئی ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ یہودی قوم دنیا کی سب سے ممتاز و اشرف قوم ہے، اس لئے قیادت و سیادت اسی کا دائمی حق ہے، دنیا کی دوسری قومیں ان کی غلام ہیں۔

ان کے نزدیک ساری دنیا پر حکومت قائم کرنے کا بہتر طریقہ وہی ہے جو پر تشدد ہو اور تخویف و تہدید پر مبنی ہو۔

سارے انسانوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے پہلے وہ ان کی سیاسی آزادی کا خاتمہ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کون سا دانہ پھینک کر ہم ان کو زیر دام لا سکتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ وہ زمانہ رخصت ہوا جب دین کو زندگی پر غلبہ حاصل تھا، آج کی دنیا میں صرف مال و زر کو برتری حاصل ہے اس لئے جیسے بھی ممکن ہو ہمیں بیش از بیش دولت اپنی مٹھی میں جمع کرنی چاہیئے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا پر ہمارے غلبہ و تسلط کی راہ ہموار ہو سکے۔

وہ کہتے ہیں کہ سیاست اور اخلاق دو متضاد چیزیں ہیں اس لئے سیاست میں مکر و فریب، عیاری و دغابازی جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ سچائی اور اس طرح کے دوسرے فضائل اخلاق سیاست میں رذائل شمار ہوتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ بچوں کو برے اعمال و افعال کی لت ڈال دینا بھی ضروری ہے اس مقصد کے لئے استانیاں، کلب میں کام کرنے والی لڑکیاں، دائیاں اور نوکرانیاں ان کا آلہ کار ہوتی ہیں۔

رشوت، فریب اور خیانت سے اگر مقصد برآری ہو رہی ہو، تو وہ اس کو واجب سمجھتے ہیں۔

خوف و دہشت پھیلانا بھی وہ ناگزیر سمجھتے ہیں کہ خوف و دہشت میں مبتلا ہو کر لوگ بے چوں و چرا ان کی ہر بات تسلیم کر لیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خوف ہماری شدت پسندی اور ہماری سخت گرفت کا خوف لوگوں پر طاری ہو جائے تو اس کے آگے ہر سرکشی اور سرتابی رام ہو جائے گی۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم آزادی و مساوات اور انسانی اخوت کا نعرہ لگاتے ہیں تاکہ لوگ ہماری آواز میں آواز ملا کر یہ نعرہ لگانے لگیں اور پھر ان نعروں کے جوش میں ہم جدھر چاہیں ادھر ان کا رخ پھیر دیں۔

وہ کوشش کرتے ہیں کہ قائدین و امراء کی تعیین و تنزل ان کے اختیار میں رہے تاکہ کسی ایسے نااہل و ناتجربہ کار کو اقتدار تک پہنچائیں جو اخلاق سے یکسر عاری ہو اور قیادت و سیادت کا حریص ہو۔

وہ صحافت کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں تاکہ اپنے حسب منشا جدھر چاہیں ادھر دنیا کا رخ پھیرتے رہیں۔

وہ اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ عوام اور حکمرانوں میں اختلافات عروج پر رہیں تاکہ حکمران طبقہ اس اندھے کی طرح بے سہارا ہو جائے جو اپنا عصا کھو چکا ہو اور پھر وہ بے سہارا اور مجبور ہو کر اپنی کرسی بچانے کے لئے ہمارے دست نگر بنے رہیں۔

مختلف قوموں کے درمیان بغض و عناد کی آگ بھڑکاتے ہیں، اسی طرح مختلف ملکوں کے درمیان بھی عداوت کا بیج بوتے ہیں کہ وہ باہم لڑ کر کمزور ہوتے جائیں اور حکومت کرنے کے لائق نہ رہ جائیں تاکہ وہ وہاں اپنی حکومت قائم کریں۔

غریب اور مظلوم طبقوں کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ان کے نجات دہندہ ہیں وہ حقیقتاً ان پر کئے جانے والے ظلم کے خلاف محاذ آرائی کر کے انہیں ان کے حقوق دلانے کی جد و جہد کریں گے پھر اس محاذ آرائی کے نام پر کمیونزم، مارکزم اور اشتراکیت کے فریب لا کر انہیں اپنی صفوں میں شامل کر لیتے ہیں، اس طرح بھوک، غریبی اور ظلم و استحصال سے نجات دلانے کا فریب دے کر ان پر اپنی حکمرانی قائم کر لیتے ہیں پھر ان کو ورغلا کر ہر اس شخص کو راستے سے ہٹا دیتے ہیں جو ان کے مقاصد کی راہ میں حائل ہو۔

وہ اقتصادی مشکلات پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگ ان کی جمع شدہ دولت کے آگے سر ٹیک دیں۔

خفیہ وسائل و ذرائع سے اپنی قلعہ بندی اس طرح کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی دوسرا ان کو آنکھ دکھائے، فوراً دوسری بہت ساری حکومتیں دفاع کے لئے میدان

میں اتر آئیں۔

وہ کہتے ہیں کہ لفظ آزادی اللہ کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کا ایک حربہ ہے اس لئے ہم اس کو اور اس جیسی دوسری اصطلاحات کو عام کرتے اور پھیلاتے ہیں تاکہ غلبہ و اقتدار پورے طور پر ہمارے ہاتھ میں آجائے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایسی خفیہ اور پراسرار طاقتیں ہیں جن کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ ان کا سراغ لگا سکتا ہے، یہ طاقتیں پراسرار طریقے سے اپنا کام کرتی ہیں اور مختلف قوموں اور ملکوں کے سربراہوں یا ان کے امراء و حکام کے لئے جہات کا تعین کرتی ہیں اور اپنے حسب منشا ان کی سیاست و معاملات کے رخ متعین کرتی ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ: دلوں سے ایمان کی حکمرانی ختم کرنا اور دماغ سے اللہ کے وجود کے ہر نقش کو مٹانا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ اس کی جگہ روزی روٹی کا بت دل و دماغ میں اپنی حیثیت کو مضبوط بنا سکے، مزید برآں مختلف ذرائع سے ہم اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگ اسی روزی روٹی کی فکر میں الجھے رہیں اور ایمان کی طرف پلٹنے کی بات ہی کبھی دماغ میں نہ آئے، اس طرح عالمی کشمکش میں ان کو اپنے اصل دشمن کا احساس بھی نہیں ہونے دیتے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ مختلف قوموں اور ملکوں کی دولت ان کے خزانوں سے منتقل ہو کر کسی بہانے سے ہمارے بینکوں میں جمع ہوتی رہے

وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی انجمنیں قائم کرتے ہیں جو انسانیت و اخلاق اور فضیلت و شرافت کے احساس و شعور سے انسان کو یکسر عاری کر دیں تاکہ دین و مذہب کے نام سے اس کو نفرت ہو جائے اور صرف مادی و حیوانی لذت کوشیاں ہی اس کی زندگی کا مقصد قرار پا جائیں۔ اس طرح لذت پرستی میں محو ہو کر وہ مقابلہ کی تاب و تواں کھو بیٹھیں گے اور ہمارے اسیر بے دام ہو جائیں گے۔

وہ کہتے ہیں کہ قوت و طاقت کے کلیدی مراکز ہم اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں، ما

طرح ساری آسامیاں ہمارے حسب منشا افراد سے پر کی جاتی ہیں یعنی پوری سیاست ہمارے اشارہ ابرو کے مطابق رقص کرتی ہے، اس لئے جو قوت بھی کسی قوم و ملک میں ہمارے خلاف سر اٹھاتی ہے ہم اس کو اسی قوم کے ذریعہ کچل دیتے ہیں۔ وہ ہر جگہ اختلاف کے بیج بوتے ہیں اور مختلف قوموں کے اقتصادی اور قومی مفادات میں ایسی آویزش پیدا کرتے ہیں کہ نسلی منافرت کی آگ کو اس سے ہوا مل سکے وہ کہتے ہیں کہ ہم تقریباً بیس صدیوں سے اس کوشش میں اپنی قوت صرف کر رہے ہیں اس لئے اب یہ بات ناممکن سی ہو چکی ہے کہ کوئی حکومت ہمارے در پئے نقصان ہو کر کسی دوسری حکومت سے تعاون حاصل کر سکے، ہماری تائید و توثیق کے بغیر کوئی حکومت کسی حکومت سے کسی طرح کا چھوٹا یا بڑا کوئی معاہدہ کر سکے، کیونکہ تمام ملکوں کی حکومتیں ہماری قوت محرکہ سے ہی چلتی اور قائم رہتی ہیں۔

صیہونیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ نے یہودیوں کو حکومت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے ان میں ایسے اوصاف و امتیازات پائے جاتے ہیں جو دوسری قوموں میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور جو قوم اعلیٰ اوصاف سے عاری ہو وہ محکوم ہی ہوتی ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم مختلف قوموں کے جذبات میں آگ لگانے کی تدبیریں کرتے ہیں اور جب جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو ان کو اپنی اغراض کا آلۂ کار بنا لیتے ہیں، پھر موقع و محل کے تقاضوں کے مطابق ان کو فرو کرنے کی کوشش کرتے ہیں

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دوسروں کے افکار پر بھی ہمارا قبضہ و غلبہ ہوتا ہے اگر وہ افکار ہمارے مقاصد سے ہم آہنگ نہ ہوں تو ہم ان کو ختم کرنے کے بجائے ان کا مفہوم و معنی ایسا متعین کر دیتے ہیں کہ وہ ہمارے اغراض سے متصادم ہونے کی بجائے ان کے خدمت گذار بن جائیں۔

یہ لوگ رائے عامہ پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ملک کی

صحت و سلامتی ان تک کوئی راہ نہ پائے۔ اس مقصد کے لئے وہ مختلف افکار میں الحاد پیدا کر کے ایسی افواہیں پھیلاتے ہیں کہ یہی افواہیں عام ذہنوں میں سب سے بڑی حقیقت کی حیثیت حاصل کر لیتی ہیں۔ نتیجۃً ان میں یہ شعور و تمیز باقی نہیں رہتی کہ سچ اور جھوٹ یا صحیح و غلط میں فرق و امتیاز کر سکیں رفتہ رفتہ ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ سیاست سے کنارہ کش رہیں۔

ان لوگوں نے حکومت کا ایک اعلیٰ انتظامی بورڈ قائم کیا ہے۔ جس کے ممبران ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہر ملک میں حکومت کی مشینری کو اپنے زیر اثر رکھتے ہیں۔

یہ لوگ صنعت و تجارت کو بھی اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں اس سلسلہ میں ان کی پالیسی ہوتی ہے کہ مزدوروں کی اجرت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو ان کو قرض کی سہولتیں فراہم کی جائیں، انٹرسٹ بیش از بیش دیا جائے تاکہ وہ لوگ آرام پسند، لذت پرست ہو کر اخلاق سے عاری ہوتے جائیں اور اپنی لذت پرستی کے لئے فراہم کردہ سہولیات کے شکریہ کے طور پر اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دیں۔

صیہونیوں کی پالیسی کا ایک اہم جز یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ سرکاری طور پر ایسا اعلان بھی شائع کرتے ہیں جو ان کو ناگوار و ناپسند ہو مثلاً وہ ظلم کے خلاف آواز بلند کریں گے، آزادی کا نعرہ لگائیں گے، سرکشی و بغاوت کی کھل کر تنقید کریں گے لیکن یہ چیزیں حقیقتاً ان کو پسند خاطر ہوتی ہیں، پھر بھی اس کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ تاکہ رائے عامہ ان کے خلاف نہ ہو اور لوگ ان کی جانب سے کسی قسم کی بدگمانی میں نہ مبتلا ہوں۔ اس مقصد کے لئے وہ صحافت پر بھی پوری نگاہ رکھتے ہیں تاکہ موقع بہ موقع رائے عامہ کو اپنے شیشے میں اتارتے رہیں اور جھوٹی افواہوں کو حقیقت کا روپ دیتے رہیں۔

ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ دنیا کے کسی ملک کی حکومت ان کے مفاد کے

خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی اور نہ ان کے کسی حکم سے صراحۃً سرتابی کر سکتی ہے کیونکہ یہ حقیقت سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس سرتابی کا انجام یا تو خلوتِ شب و روز زنداں ہے یا موت کی ابدی نیند، اس لئے تمام افراد و حکام ان کے اوامر و نواہی کی اطاعت میں ہمہ دم سرگرم عمل رہتے ہیں اور ان کے اغراض و مقاصد کی خدمت گذاری کو اپنا سب سے بڑا فریضہ تصور کرتے ہیں ان کی منصوبہ بندی اتنی مستحکم و منظم ہوتی ہے کہ قبل از وقت وہ منکشوف نہیں ہوتی، اسی طرح اپنے مدمقابل کسی دوسری طاقت کو وہ قبل از وقت ختم بھی نہیں کرتے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ووٹنگ کے ذریعہ اکثریت کی بنیاد پر حکومت و اقتدار تک پہنچنے کا نظام ان کا ہی رائج کیا ہوا ہے، اس کے ذریعہ وہ جس کو چاہتے ہیں اقتدار تک پہنچا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں اقتدار سے نیچے اتار دیتے ہیں کیونکہ رائے عامہ ان کی مٹھی میں ہوتی ہے۔

دوسرے ممالک کی حکومت کے سلسلہ میں ان کی پالیسی یہ ہوتی ہے کہ کسی باصلاحیت شخص کو اقتدار تک نہ پہنچنے دیا جائے، بلکہ ان لوگوں کو آگے بڑھایا جائے جن کے نام بلیک لسٹ میں ہوں کہ یہ لوگ ان کے احکام کی تعمیل میں زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ کریں گے ورنہ انہیں ڈر ہوگا کہ بلیک لسٹ عام کر کے ان کو بدنام کر دیا جائے گا، اسی طرح ہم دوسری قوموں میں لیڈر اور رہنما بناتے ہیں اور ان کی عظمت اور بلند قامتی کی دھاک لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیتے ہیں۔

یہ لوگ اپنی طاقت کے خفیہ مراکز قائم کرتے ہیں، دوسری قومیں اس راز کو نہیں سمجھتیں اور ان خفیہ مراکز کی تنظیموں میں شامل ہو کر نادانستہ ان کے خدمت گذار بن جاتے ہیں۔

نشر و اشاعت کے تمام کلیدی اداروں کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور انسانی فکر کی تعبیر و تشریح کرنے والے رسائل و جرائد ان ہی کی سرپرستی میں شائع ہوتے

ہیں، ان کے علاوہ جو ادارے یا رسائل ان کی فکر سے اختلاف رکھتے ہیں وہ اس کے اجراء پر پابندی لگوا دیتے ہیں۔

مختلف ملکوں میں یہ لوگ تہذیبی پروگرام کے لئے ثقافتی مجلسیں، فنون لطیفہ کے مراکز، جنسی اختلاط کے کلب اور منشیات کے اڈے قائم کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان دلچسپیوں میں اس طرح مخمور رکھیں کہ ہماری مخالفت کی کبھی کوئی تاب ہی نہ سوچ سکیں۔

یہ لوگ زیادہ سے زیادہ ماسونی سرکل قائم کر کے تعلیم یافتہ طبقوں سے اپنی رسم و راہ پیدا کرتے اور اپنے غلبہ و تسلط کے دائرہ کو وسعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب پورے طور پر ہمیں غلبہ حاصل ہو جائیگا تو ہم اپنے دین کے ماسوا ادیان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہنے دیں گے۔

فکری اساس

صہیونیت کی تاریخ بہت قدیم ہے، اتنی ہی قدیم جتنی قدیم کہ خود توریت ہے۔ آغاز کار ہی میں اس نے یہودیوں میں قومیت کا صور پھونک دیا، ہرتزل کی تحریک اٹھی تو اس نے اسی قدیم صہیونیت کو دوسرو منظم کیا صہیونیت کی اساس تحریف شدہ توریت اور تلمود کی تعلیمات پر قائم ہے لیکن یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ صہیونیت کے اکثر قائدین بے دین و ملحد ہیں، یعنی کسی دین و مذہب سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہودیت کا نام بھی وہ اس لئے لیتے ہیں کہ ان کے سیاسی اور معاشی مقاصد کی تکمیل کے وہ آڑ بن سکے۔

وسعت و ہمہ گیری

صہیونیت، عالمی یہودی تنظیم کا سیاسی بازو ہے خود ان کے بقول یہ بنتر لرڈ شنو بھگوان ہے جن کے سیکڑوں ہاتھ پھیلے ہوتے ہیں گویا صہیونیت بھی دنیا کی تمام حکومتوں کو اپنے قابو میں رکھنے والا ہاتھ ہے۔

اسرائیل کی قیادت بھی صہیونیت کرتی ہے۔ اور یہی اس کے منصوبے تیار کرتی ہے اسرائیل خود کا تنظیم نہیں بلکہ وہ صہیونیت کی تعلیمات و توجیہات کے مطابق ہی

بقیہ صفحہ ۱۸ پر

اداریہ

جامعہ کے لیل ونہار

توسیعی لیکچر

جامعہ میں عالمیت وفضیلت کی سندوں کے حصول کے لئے عربی زبان میں کسی موضوع پر مقالہ لکھنا ناگزیر ہے ۔ دوسری ششماہی کے ختم ہی عالمیت وفضیلت کے طلبہ بحث وتحقیق پر نصاب یا کسی کتاب کے نہ ہونے کی وجہ سے کافی پریشان ہوجاتے ہیں ۔ اس امر کے مدنظر نائب مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا رحمت اللہ الاثری صاحب نے ابواللیث ہال میں مورخہ ۱۸ ستمبر کو بحث وتحقیق کے علمی انداز واسلوب پر ایک مبسوط لیکچر دیا ۔

موصوف نے اپنے لیکچر میں عناوین کے انتخاب ، مواد کو جمع کرنے اور اس کی ترتیب وتہذیب کے سلسلے میں نہایت ہی بیش قیمت وزریں اصول بیان کئے ۔ طلبہ نے اس لیکچر سے کافی استفادہ کیا اور اپنے اندر انھیں مقالہ لکھنے کا ایک نیا ولولہ پیدا ہوتا ہوا محسوس ہوا ۔

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری صاحب کی جامعہ تشریف آوری

حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری ۲۵ ستمبر ۱۹۹۶ء کو مولانا قاری اختر صاحب کے ہمراہ جامعہ تشریف لائے ۔ موصوف نے اساتذہ اور طلبہ سے خطاب کیا اور اپنے خطاب میں مدارس میں پائے جانے والے احساس کمتری کو ختم کرنے اور مستقبل کے حوالے سے طلبہ کے حوصلوں کو بلند کرنے کے لئے علم دین کے طفیل منعم حقیقی کی جانب سے اپنے اوپر کئے گئے انعامات واکرامات کا بالخصوص ذکر کیا ۔

جناب قاری اختر صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ نے اپنے خطاب میں علم دین کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے طلبہ کو درج ذیل مفید نصیحتیں کیں ۔

۱۔ اپنی نیتوں کو درست کیجئے ۔ اللہ واسطے علم حاصل کیجئے ۔ کیونکہ اگر نیت درست ہوگی

تو خدا کی نصرت وتائید شامل حال ہوگی ۔

۲۔ اپنی حیثیت کے مطابق علم دین کے حصول کے لئے اپنے آپ کو کھپا دیجئے ۔ اگر ایسا کریں گے تو یقیناً رحمت خداوندی ہر نازک موڑ پر آپ کے ساتھ ہوگی ۔

۳۔ علم صرف کاغذی نقوش کا نام نہیں ہے ۔ حقیقی علم تو وہ نور الٰہی ہے جو اس شیدائے علم کے دل میں ڈالا جاتا ہے جو باعمل ہوتا ہے ۔ لہٰذا جتنا پڑھئے اس کے مطابق عمل کیجئے اور گناہوں سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کیجئے کہ گناہ کی آلودگی کے ساتھ علم کا نور سینے میں نہیں ڈالا جاتا ہے ۔

مکتبۃ الصدیق روبہ تکمیل

مکتبۃ الصدیق کی دوسری منزل تقریباً مکمل ہوچکی ہے اور اس کی صفائی وپلاسٹر کا کام تیزی سے جاری ہے ۔ امید ہے دسمبر ۱۹۹۶ء کے اوائل میں صفائی کا کام مکمل ہوجائے گا اور قدیم لائبریری وہاں منتقل کردی جائے گی ۔

اعلان عام برائے فارغات

انجمن طالبات قدیم کی شوریٰ کے اس فیصلے کے مطابق کہ جہاں دس سے زائد فارغات ہوں وہاں ایک یونٹ بنا دی جائے درج ذیل جگہوں پر یونٹوں کا قیام عمل میں آیا ہے ۔

صدور کے نام

۱۔ بڑیا گنج ، محترمہ فاطمہ زہرہ ، رقیہ سبحانی ، بشریٰ عباد صاحبہ ۔

۲۔ منصیر پور ، ،، شہناز خورشید فلاحی صاحبہ ۔

۳۔ مہنگائی پور ،، طلعت ابوالبقاء فلاحی صاحبہ ۔

۴۔ رسول پور ،، رعنا شمس ،، ،،

۵۔ سنجر پور ،، ذکیہ انصار ،، ،،

۶۔ کلواگوری ،، نفیسہ ،، ،،

۷۔ چاندپٹی ،، شاہدہ لال ،، ،،

۸۔ سندول ،، ام طیبہ ،، ،،

۹۔ علاؤالدین پٹی — محترمہ ثروت فلاحی صاحبہ

۱۰۔ سکرہٹہ — " شمسیہ " "

۱۱۔ جیراجپور — " عاصمہ مجید " "

۱۲۔ گوٹھہ — " نور پارہ " "

۱۳۔ کوہنڈہ — " ثریا علوی " "

اللہ تعالیٰ ان سبھی ذمہ داران کو اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق بخشے

(ساجدہ فلاحی)

محترم مولانا انصار احمد صاحب فلاحی کو صدمہ

انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کے ایک اہم رکن جناب مولانا انصار احمد صاحب فلاحی کی بھوپھی کا مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز دوشنبہ انتقال ہوگیا انا للہ و انا الیہ راجعون ادارہ موصوف کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دے (آمین)، قارئین حیاتِ نو سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

چھپتے چھپتے

یہ خبر فلاحی برادران اور جماعت اسلامی ہند کے ارکان کے درمیان بڑے ہی رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم جناب سید یوسف صاحب، سکریٹری جماعت اسلامی ہند اور عزیزم موسیٰ کلیم فلاحی، مطیع الرحمٰن حنیف فلاحی اور ابوبکر صدیق فلاحی کے والد محترم مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز منگل کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

موصوف بڑے ہی دیندار، منکسر المزاج اور حلیم و بردبار تھے مہمان نوازی کی صفت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ ریڈینس کے چیف ایڈیٹر اور جماعت اسلامی ہند کے قانونی امور کے مشیر خاص تھے جماعت سے اتفاق سے پہلے آپ ہائی کورٹ کے وکیل تھے رکن بننے کے بعد آپ نے وکالت کے پیشہ کو ترک کر دیا اور اپنی پوری زندگی غلبۂ اسلام کے لئے وقف کر دی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے (آمین)

روداد انجمن

محمد اکرم فلاحی

قطر یونٹ

حسب معمول انجمن طلبہ قدیم قطر یونٹ کی ماہانہ نشست یکم اگست ۱۹۹۶ء کو برادرم موسیٰ کلیم فلاحی کی رہائش گاہ پر منعقد ہوئی۔ نشست کا آغاز برادرم آزاد اقبال احمد فلاحی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ موصوف نے سورہ حشر کے آخری رکوع کی چند آیات کی تلاوت کے بعد موثر اور دل نشین انداز میں ان کی تفسیر و توضیح بھی پیش کی۔ مادر علمی جامعۃ الفلاح کے مقاصد کو بار آور کرنے کی جانب آپ نے خصوصی توجہ دلائی۔

اس نشست میں درج ذیل فلاحی برادران نے شرکت فرمائی: جناب مولانا عرفان احمد شمسی فلاحی، مولانا عبدالحلیم فلاحی، محمد اکرم فلاحی، آزاد اقبال فلاحی، جاوید احسن فلاحی، زین العابدین فلاحی، ابوالکلام فلاحی، رضوان احمد فلاحی، ندیم حید فلاحی، موسیٰ کلیم فلاحی اور عبدالعزیز فلاحی۔

مکتبۃ الصدیق جامعۃ الفلاح سے مطلوبہ کتابوں کی ایک فہرست ابھی حال ہی میں بھیجی گئی ہے اس سلسلہ میں یہ طے پایا کہ جلد ہی یہ کتابیں خرید کر روانہ کر دی جائیں۔

نصیر پور یونٹ

انجمن طالبات قدیم نصیر پور یونٹ کا پہلا اجتماع یکم مئی ۱۹۹۶ء کو جناب خورشید عالم صاحب کے گھر پر منعقد ہوا، اجتماع کا آغاز محترمہ سلمیٰ سجاد صاحبہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد صدر انجمن محترمہ ساجدہ صاحبہ فلاحی نے درس قرآن پیش کیا، [illegible] درس میں عمل صالح کی جانب خصوصی توجہ دلائی کہ

آدمی سنتا نہیں ہے [illegible] — پیکر عمل بن کر غیب کی صدا بن جا

درس قرآن کے بعد محترمہ [illegible] صاحبہ نے درس حدیث اور محترمہ شفقہ وقار صاحبہ نے مال و زر کی حقیقت [illegible]

آخر میں [illegible] محترمہ ساجدہ صاحبہ فلاحی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا (شبانہ خورشید فلاحی)

حلقہ یاراں

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حیات نو کا تازہ شمارہ ملا حد درجہ مسرت ہوئی کیوں کہ اپنی سابقہ روایات کے علی الرغم وقت پر ملا اس پر ادارہ لائق مبارک باد ہے۔

مواد کے لحاظ سے بھی کافی پیش رفت دیکھنے کو ملی ترجمانی اور درس قرآن کی پابندی ایک اچھا قدم ہے دیگر مضامین بھی اچھے اور قابل قدر ہیں اور پرچے کے معیار کو بلند کرنے کے لئے نیک شگون ہے۔

آپ کے قلم سے تحریر کیا ہوا اداریہ بھی جرأت مندانہ اور بے باک صحافت کا آئینہ دار ہے خوش گمانی کے بجائے حقیقت کو آپ نے اجاگر کیا ہے۔ اس جمہوری دور میں اقلیتوں کو کس کس طرح پریشان وہراساں کیا جاتا ہے چنداں وضاحت کی ضرورت نہیں ضرورت حالات کا بے باکی سے مقابلہ کرنا ہے اور مسلسل سعی وجہد کے ذریعہ ہی ناساعد حالات کا تدارک کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس نیک کام کی توفیق دے۔

پرچے کے اندر ایک بڑی خرابی موجودہ کتابت ہے ظاہری حسن کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی اچھے کاتب سے کتابت کروائیں تاکہ اس کا ظاہری حسن قارئین کی توجہ اپنی طرف مرکوز کرے پابندی وقت پر اشاعت کے لئے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ تادیر قائم رہے گا۔

والسلام
عمیر منظر